ماہنامہ

انذار

Inzaar

مدیر: ابویحییٰ

جولائی ۲۰۲۰

www.inzaar.pk

July 2020

آپ کا اچھا کام آپ کے عمدہ اخلاق سے بہترین بن جاتا ہے
اور آپ کا بہترین کام اخلاق کے بغیر معمولی رہ جاتا ہے

Please visit our websites to read the articles and books of Abu Yahya online for free.

www.inzaar.org

www.inzaar.pk (Urdu Website)

Join us on twitter @AbuYahya_inzaar

Join us on Facebook

Abu Yahya's Official Page: facebook.com/abuyahya.inzaar

Inzaar Official Page: facebook.com/inzaartheorg

Join us on YouTube youtube.com/inzaar-global

WhatsApp Broadcast list: Please contact +92-334-1211120 from WhatsApp (Daily Msg Service-Broadcast Lists – No Groups)

To get books and Inzaar's monthly magazines at home anywhere in Pakistan, contact 0332-3051201 or 0345-8206011

To participate in online courses, visit ww.inzaar.org/online-courses/

To get any other information, email to **info@inzaar.org** and info@inzaar.pk

Our material in audio form is available on USB/CD

ابو یحییٰ کی نئی کتاب

وہی رہ گزر

تھائی لینڈ اور آسٹریلیا کا دلچسپ، علمی وفکری سفرنامہ

قارئین کی خدمت میں تھائی لینڈ اور آسٹریلیا کا سفرنامہ ''وہی رہ گزر'' پیش خدمت ہے۔اس بندہ عاجز کو اللہ تعالیٰ نے جو دماغ دیا ہے وہ سوچتا رہتا ہے اور جو طبیعت عطا کی ہے وہ چیزوں سے نتائج اخذ کرتی رہتی ہے۔ایک بندے کو اللہ تعالیٰ اگر درست زاویہ نظر عطا کردے تو پھر اسے ہر ملک خدا کا ملک نظر آتا ہے اور ہر جگہ سیکھنے کو بہت کچھ ملتا ہے۔یہی صورتحال قارئین تھائی لینڈ اور آسٹریلیا کے اس سفرنامے میں پائیں گے۔

یہ سفرنامہ روداد سفر کے ساتھ افکار وخیالات کا ایک مجموعہ ہے۔فکروسفر کی اس روشنی میں قارئین بہت سی ایسی حقیقتیں دیکھیں گے جو گھر بیٹھے دیکھنا آسان نہیں ہے۔''وہی رہ گزر'' کی شکل میں یہ روشنی ان قارئین کی نذر ہے جو زندگی کو ایک سفر اور آخرت کو اس کی منزل مان کر جیتے ہیں۔

ابو یحییٰ

قیمت 350 روپے

رسالے کے قارئین رعایت کے ساتھ گھر بیٹھے حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

رابطہ: 0332-3051201 , 0312-2099389

ای میل: globalinzaar@gmail.com

web: www.inzaar.pk

ماہنامہ انذار کا شمارہ لاک ڈاؤن کے دوران میں ڈاک کے ناقص نظام کی وجہ سے لوگوں کو نہیں مل پا رہا اس لیے جولائی اور اگست کا شمارہ پوسٹ نہیں کیا جائے گا بلکہ آن لائن شائع ہوگا۔ اور سبسکرائبرز کی سبسکرپشن ان دو مہینوں میں بڑھا دی جائے گی۔

ماہنامہ

اِنذار

جولائی 2020ء ذوالقعدہ/ذوالحجہ 1441ھ

جلد 8 شمارہ 7

مدیر:
ابویحییٰ ریحان احمد یوسفی

مدیر انتظامی:
غازی عالمگیر

سرکولیشن مینیجر:
وارث رضا

معاون مدیر:
عابد علی، بنت فاطمہ، سحر شاہ، عظمیٰ عنبرین

معاونین:
محمد شفیق، محمود مرزا

فی شمارہ ـــ 40 روپے
سالانہ: کراچی (بذریعہ کوریئر) 900 روپے
بیرون کراچی (نارمل پوسٹ) 600 روپے
(زرتعاون بذریعہ منی آرڈر (vp) یا ڈرافٹ)

ابویحییٰ کے قلم سے

P.O Box-7285, Karachi.
فون: 0332-3051201 , 0312-2099389
ای میل: globalinzaar@gmail.com
web: www.inzaar.pk

دل کا روشندان

پہلے زمانوں میں گھروں کے کمروں میں روشندان ہوا کرتے تھے جو بند کمروں میں روشنی اور ہوا کا ذریعہ ہوا کرتے تھے۔ سہ پہر کے وقت جب سورج افق کے قریب ہونے لگتا تو ان روشندانوں سے سورج کی کرنیں ترچھی ہوکر گھروں کے اندر داخل ہوتیں اور روشندان سے کمرے کی دیوار تک روشنی کی ایک لکیر کمرے کو منور کردیتی۔ یہ روشن لکیر فضا میں بکھرے ہزاروں چھوٹے چھوٹے ان ذرات کا وہ رقص نمایاں کردیتی جو عام حالات میں نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں۔

آج بھی کبھی سہ پہر کے وقت مغربی سمت کی کھڑکیاں کھلی ہوں تو کچھ دیر کے لیے یہی منظر پھر نظر آجاتا ہے۔ اسے دیکھنے سے یہ یاددہانی حاصل ہوتی ہے کہ بظاہر شفاف فضا دراصل خاک کے لاتعداد ذروں سے بھری ہوئی ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی دنیا ایسی ہی ان گنت چیزوں سے بھری ہوئی ہے جو عام حالات میں انسان کو نظر نہیں آتیں، مگر کبھی سورج کی شعاعوں کے ٹکرانے سے، کبھی دوربین سے اور کبھی خوردبین کے استعمال سے انسانی آنکھ کو نظر آجاتی ہیں۔

خدا کی ہستی بھی نظر نہ آنے والی ایسی ہی ایک حقیقت ہے۔ خدا کی ہستی حواس کی گرفت سے باہر ہے۔ مگر جب دل کی کھڑکی کھلی ہو اور ایمان کی روشنی اندر داخل ہونے لگے تو نظر نہ آنے والا خدا نظر آنے لگتا ہے۔ کائنات میں ہر سمت پھیلا ہوا نظم اور ترتیب، زندگی کو جنم دینے اور باقی رکھنے والے ان گنت اسباب، حیات کے تحفظ اور بقا کے کامل انتظامات خاک کے لاتعداد ذرات کی مانند ہوتے ہیں جن سے ایمان کی یہ روشنی ٹکراتی اور اعلان کرتی ہے کہ یہ دنیا کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں، خدائے علیم و حکیم کی کاریگری ہے۔ جو لوگ مادی اندھے پن سے بلند ہوکر اس طرح خدا کو دریافت کرلیں، وہی مومن ہیں۔ وہی خدا کی رحمت کے حقدار ہیں۔ مگر جو لوگ اِس خدا کو دیکھنے سے آج اندھے بنے رہے، وہ کل بھی اندھے اٹھائے جائیں گے۔

خالی ہاتھ

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگتے ہوئے ہاتھ اٹھا دینا شدتِ طلب کا ایک اظہار ہے اور لوگ عام حالات میں ایسے ہی دعا مانگتے ہیں۔ مگر عام طور پر لوگ یہ کام بلا سوچے سمجھے کرتے ہیں۔ تاہم انسان اگر ایک رسم و عادت سے بلند ہو کر پورے شعور اور احساس کے ساتھ اپنے ہاتھ خدا کے سامنے پھیلا دے تو یہ خدائے ذوالجلال کی غیرت کو پکارنے کا سب سے موثر طریقہ ہے۔ یہ گویا ایک بھکاری کے ان پھیلے ہوئے ہاتھوں کی تمثیل ہے جسے یقین ہوتا ہے کہ دینے والا ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹائے گا۔ خدا جیسے سخی سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی بھکاری کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔

یہ خدا کی ہستی ہے، مگر دوسری طرف انسان کبھی دعا مانگنے سے پہلے اپنے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو غور سے دیکھ لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس کے خالی ہاتھ بھی اس دنیا کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک ہیں جو پہلے ہی اسے دیے جا چکے ہیں۔ انسان کے ہاتھ کٹ جائیں تو انسان چلتی پھرتی زندہ لاش بن جاتا ہے۔ وہ نہ کچھ کھا سکتا ہے، نہ پی سکتا ہے اور نہ کوئی اور ہی کام کر سکتا ہے۔

یہ ہاتھ ان گنت نعمتوں میں سے صرف ایک ہیں جو پہلے ہی انسانوں کو دی جا چکی ہوتی ہیں۔ اعضا و قوی، صحت و طاقت، رشتے ناتے، زندگی اور عافیت غرض نعمتوں کا ایک جہان ہے جس میں ہم جیتے ہیں۔ مگر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر خدا سے مانگتے وقت ہم ایک لفظ بھی شکر گزاری کا زبان سے نہیں نکالتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اٹھے ہوئے ہاتھوں کو غور سے دیکھیں، ایک ایک انگلی اور پور کو دیکھیں، اپنی ذات اور اطراف میں عطا کی گئی نعمت و انعام کی دنیا کو ہر طور سے دیکھیں تو مانگنا بھول جائیں۔ ہمارا وجود سراپا شکر بن جائے گا۔ ہماری زبان سراپا حمد بن جائے گی۔

ہمیں خدا ہی سے مانگنا ہے۔ اسی کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلانے ہیں۔ مگر مانگنے سے پہلے تھوڑا شکر کرنا سیکھ لیں۔ کسی اور لیے نہ سہی تو اسی لیے سیکھ لیں کہ شکر سے نعمتیں بڑھتی ہیں۔

زمین تو گھوم رہی ہے مگر......

انھی مسائل کو پڑھتے سنتے سارا بچپن اور نوجوانی گزری، مگر بزرگوں سے ہزار عقیدت کے باوجود زمین کے ساکن ہونے والی بات کو کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا۔ قدامت پسندی کے اُس دور میں بھی جب تصویر اور ٹی وی کے علاوہ فون کی گھنٹی کو بھی بوجہ موسیقی ہونے کے حرام سمجھتے، سر پہ عمامے کا تاج سجاتے، ایک مشت ڈاڑھی رکھتے اور ٹخنوں سے اوپر شلوار پہنتے تھے اور اسی کو جنت میں داخلے کی ضمانت سمجھتے تھے، وسعت مطالعہ نے ہمیں یہ اجازت نہ دی کہ ایسی باتوں کو مانا جائے۔

اُس دور میں بھی یہ بات واضح تھی کہ ان بزرگوں نے یہ بحثیں بیسویں صدی کے آغاز پر زمین پر بیٹھ کر کی تھیں، مگر بیسویں صدی کے اختتام سے بہت پہلے انسان نے خلا میں پہنچ کر اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ لیا تھا کہ زمین واقعی گھوم رہی ہے۔ آج تو حال یہ ہے کہ ہر شخص ناسا کی ویب سائٹ پر جا کر لائیو کیمرے سے زمین کو اپنی آنکھوں سے گھومتا ہوا دیکھ سکتا ہے۔

بات دلیل سے براہ راست مشاہدے تک پہنچ چکی ہے، مگر آج بھی جب لوگ زمین کے ساکن ہونے والی بات کرتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ زمین تو ساکن نہیں، مگر اہل مذہب کا ایک طبقہ ابھی بھی ساکت و جامد کھڑا ہے اور باقی قوم کو بھی مذہب کے نام پر جمود کی بیڑیوں میں جکڑنے پر آمادہ ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ قوم کا ایک طبقہ بھی عقیدت سے مجبور ہو کر اس کام کے لیے تیار ہے۔

تاہم کسی کی اصل عقیدت اور محبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو وہ اطمینان رکھے کہ قرآن مجید نے کہیں زمین کے ساکن ہونے کی بات نہیں کی ہے۔ جن آیات کو پیش کیا جاتا ہے وہ محض لوگوں کا اپنا استنباط ہے اور قدیم یونانی فکر کو قرآن سے اخذ کرنے کی ایک کوشش ہے۔ قرآن مجید ایسی کوئی بات نہیں کہتا۔ قرآن مجید عالم کے پروردگار کا کلام ہے۔ اس سے اپنے خیالات برآمد کر کے اسے خدا کے نام پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس بات کو سمجھنے کے لیے تعصّبات کو چھوڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وہ کام ہے جو بہت سے اہل مذہب کرنے کو تیار نہیں ہیں۔

عدل اور ظلم

قرآن مجید کے ایک ادنیٰ طالب علم کے طور پر اگر اس عاجز سے یہ پوچھا جائے کہ کون سا اخلاقی مطالبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اہم ہے تو بغیر توقف کے جواب یہ ہو گا کہ عدل کرنا اور ظلم سے بچنا۔ پھر سماجیات کے ایک طالب علم کے طور پر اگر یہ دریافت کیا جائے کہ ہمارے معاشرے میں کون سی اخلاقی اقدار سب سے زیادہ پامال کی جاتی ہیں تو اس سوال کا جواب بھی بدقسمتی سے یہی ہو گا کہ ہمارے معاشرے میں ہم سب سے بڑھ کر اسی اخلاقی قدر کو پامال کرتے ہیں۔

عدل کیا ہے؟ حقدار کو اس کا حق دینا، حق کی گواہی دینا، انصاف کرنا اور انصاف کی فراہمی یقینی بنانا، معاشرے میں ہر جگہ میرٹ کو فروغ دینا۔ ظلم اسی کا متضاد ہے۔ لوگوں کو ان کے حق سے محروم کرنا اور ان کی جان، مال اور آبرو کو نقصان پہنچانا، لینے اور دینے کے پیمانوں کو الگ الگ کر لینا، خدا کے مبنی بر اعتدال احکام کے بجائے افراط و تفریط پر مبنی رویے اختیار کرنا وغیرہ۔

یہ کوئی ایسی چیزیں نہیں جو انسان کی فطرت کے لیے اجنبی ہوں۔ انسان عدل کو بھی جانتا ہے اور ظلم کو بھی۔ مگر بہت سے رویے ہیں جو ہمارے معمولات کا حصہ بن چکے ہیں اور ان کی بنا پر ہم ان بنیادی دینی اور اخلاقی تقاضوں کو اطمینان کے ساتھ پامال کر دیتے ہیں، مگر ہمیں احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

ان رویوں میں سے ایک یہ ہے کہ ہم اپنی سوچ کو اپنے تعصّبات، مفادات اور خواہشات کے تابع کر دیتے ہیں اور پھر اطمینان سے حق کے تقاضوں کو پامال کرتے ہیں۔ مثلاً مذہبی یا سیاسی اختلاف میں ہم ہر مختلف نقطہ نظر رکھنے والے شخص کا جائزہ اپنے تعصب کی روشنی میں لیتے ہیں۔ جس کے بعد ہمیں اس شخص کی برائی کی رائی پربت نظر آتی ہے، مگر اپنی آنکھ کا شہتیر ہمیں تنکا

بھی نہیں لگتا۔ کاروباری حضرات اور عہدیدار اپنے مفادات میں ایسے اندھے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ہر ظلم کو مجبوری، ہر ناانصافی کو عرف و رواج کا تقاضا اور عدل و انصاف سے فرار کی ہر راہ کو حالات کا جبر قرار دے کر جائز کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ہم پر جب اپنی خواہشات غالب آتی ہیں تو ہم ان کی بیڑیوں میں جکڑے خود پر بھی ظلم کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی برباد کر ڈالتے ہیں۔ ہم اندر کی آواز کی پروا کرتے ہیں نہ خدا کی عدالت کا خوف کرتے ہیں۔

تعصّبات، مفادات اور خواہشات کو حق پر ترجیح دینے کے ساتھ دوسرا کام ہم یہ کرتے ہیں کہ ہم اپنے ہر ظلم اور ناانصافی کا کوئی نہ کوئی عذر تراش لیتے ہیں اور تاویل کے لالی پاپ سے ضمیر کا منہ بند کر دیتے ہیں۔ ہمارے پاس اپنی ہر بدعملی کی کوئی نہ کوئی توجیہ ہوتی ہے۔ ہم اپنے ہر ظلم کو انصاف بنانے کی خاطر دوسرے شخص کو ملزم، مجرم، برا اور خطا کار قرار دے دیتے ہیں۔

ایک تیسرا رویہ یہ ہے کہ کسی کی محبت یا کسی کی دشمنی ہم پر اتنی غالب آجاتی ہے کہ ہم حق و انصاف کے تقاضوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ مثلاً ہماری اپنی ذات یا کسی قریبی رشتہ دار کا معاملہ ہو تو ہم ہر صورت میں اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ چاہے اس نے ظلم کیا ہو یا اس سے کسی زیادتی کا ارتکاب ہوا ہو۔ اسی طرح اپنے کسی عزیز کے لیے ہم میرٹ کے تمام تقاضوں کو پامال کر کے بے دریغ اقربا پروری کا معاملہ کرتے ہیں۔ اسی طرح کسی کی دشمنی میں آکر ہم کسی کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کرتے جو حق و انصاف کی رو سے اس کا حق ہوتا ہے۔

تعصّبات، مفادات اور خواہشات کی پیروی، اقربا پروری اور جھوٹی تاویلوں کے رویے معاشرے سے عدل کا خاتمہ اور ظلم کو عام کر دیتے ہیں۔ جب یہ ہو جائے تو قوم کے مٹنے کا وقت قریب آجاتا ہے۔ یہ قدرت کا ایک قانون ہے جس کا فیصلہ وقت کی عدالت میں جلد یا بدیر سنا دیا جاتا ہے۔ ہمیں اس وقت کے آنے سے ڈرنا چاہیے اور اس سے قبل اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔

خفیہ تنظیمیں

آج کل میں ’’جب زندگی شروع ہوگی‘‘ سے شروع ہونے والے سلسلے کے آخری ناول ’’ادھوری کہانی‘‘ پر کام کر رہا ہوں۔ اس نئے ناول میں متعدد اہم موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک موضوع وہ خفیہ تنظیمیں ہیں جن کے متعلق عام طور پر اور مسلمانوں کے ہاں خاص طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ انھوں نے دنیا کو اپنے ایجنڈے کے مطابق ڈھال لیا ہے۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا لٹریچر پڑھیے تو لگتا ہے کہ وہ گویا قادر مطلق ہیں جنھوں نے جو سوچا وہی حاصل کرلیا۔ استغفراللہ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانوں کے ہاں ایک اور ذہن جو پیدا ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو بھی اسی طرح تنظیمیں بنا کر اپنے ایجنڈوں کو پہلے مسلم معاشروں اور پھر دنیا پر غالب کرنا چاہیے۔ یہ سارے تصوارت پیدا ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور معرفت سے فیض یاب نہیں ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی ساری تنظیموں اور ان کے ایجنڈوں میں اگر کچھ صداقت اور جتنی کچھ بھی صداقت ہے، اس کے پیچھے خدا کا اپنا اذن کارفرما ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خدا کی دنیا ہے۔ اس نے انسان کو اختیار دیا ہے۔ اس لیے یہ ممکن ہے کہ لوگ اپنے ایجنڈے پر کام کریں، مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ انسانی ایجنڈوں کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرلیتی ہے۔ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے اور اسی کا فیصلہ نافذ ہو کر رہتا ہے۔

آخری زمانے کے بارے میں خدا کا فیصلہ یہ ہے کہ مکمل آزادی کا ایک ماحول پیدا کیا جائے۔ جس نے کفر، سرکشی اور خواہش پرستی کی راہ اختیار کرنی ہے وہ بھی کر لے اور جس نے حق پرستی و صداقت، بندگی و اطاعت اور فلاح آخرت کی راہ پر چلنا ہے، وہ بھی بہ سہولت چل سکے۔ ان تنظیموں نے پچھلے کئی سو برس میں جو جدوجہد کی ہے، اس کے نتیجے میں یہ دور آ چکا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دورجدید نے بعض مفاسد کو جنم دیا ہے۔ انسانوں کی آزادی نے الحاد اور انکارِ خدا کو جنم دیا ہے۔ عریانی، فحاشی، ہم جنس پرستی، جنسی بے راہ روی کا وبا کی طرح پھیلنا بھی ایک بہت بڑا انسانی انحراف ہے۔ خاندانی نظام کی کمزوری اور انسانی تعلقات کا انحطاط بھی اسی دور کی عطا ہے۔ مگران اوران جیسے دیگر مفاسد سے قطع نظر یہ آزادی عین وہ مطلوب چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیش نظر تھی۔

ایسے میں کرنے کا کام اپنی خفیہ تنظیمیں بنانا نہیں بلکہ آزادی کے اس ماحول کا فائدہ اٹھا کر اسلام کی دعوت کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچا دینا ہے۔ اسلام کا یہ مزاج ہی نہیں کہ اس کے نام پر اور اس کے مقاصد کے حصول کے لیے کوئی خفیہ تنظیم بنائی جائے۔ اس کا مقصد ہر ہر انسان کو اس کے رب کے اس منصوبے سے آگاہ کرنا ہے جس کے تحت اس دنیا کو بنایا گیا ہے۔ یعنی ایک روز ہر انسان کو مر جانا ہے اور مر کر اسے فنا نہیں ہونا بلکہ ایک ابدی زندگی گزارنے کے لیے اپنے خالق کے حضور پیش ہونا ہے۔ اس ابدی زندگی میں فلاح وانعام کی واحد شکل خدا کی بندگی اور اس کے بیان کردہ اعلیٰ اخلاق کی پیروی ہے۔ جبکہ ظلم، سرکشی، غفلت اور تکبر کا انجام جہنم ہے۔ مسلمانوں کی ذمہ داری اس دعوت کو کل عالم تک پہنچانا ہے نہ کہ خفیہ تنظیمیں بنا کر کسی ملک یا دنیا پر اپنا اقتدار قائم کرنے کی کوشش کرنا۔

یہی وہ دعوت ہے جس کے ابلاغ کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو استعمال کر کے آزادی کا ماحول پیدا کیا۔ پھر کچھ اور لوگوں کو استعمال کر کے انھوں نے انفارمیشن ایج کو جنم دیا ہے۔ مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کو استعمال کر کے انھوں نے دین حق کو اس کی بے آمیز شکل میں واضح کر دیا۔ اور اب وہ کچھ اور لوگوں کو استعمال کر کے دینِ حق کا ابلاغ دنیا کے ہر انسان تک کرنے جا رہے ہیں۔ کوئی مرد وعورت روئے ارض پر نہیں بچے گا جس تک ایمان واخلاق کی بے آمیز دعوت نہ پہنچے۔ پھر لوگوں کو فیصلہ کرنا ہوگا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنا آخری فیصلہ نافذ کر دیں گے۔ قیامت برپا

کردی جائے گی اور پھر اصل زندگی شروع ہوگی۔

اہل کتاب سیکڑوں برس تک حالت انتظار میں رہے۔ پھر ان کے کچھ لوگوں نے اس کیفیت سے نکل کر خود سراپا عمل بننے کا فیصلہ کرلیا اور اپنی قوم کو بدل دیا۔ دورِ جدید کو انھی لوگوں نے جنم دیا ہے۔ مسلمان بھی عرصے سے حالت انتظار میں ہیں۔ اگر مسلمان اس کیفیت سے نکل کر سراپا ایمان و اخلاق بن جائیں اور دین حق کی شہادت دنیا کو دیں تو وہ خدا کی رحمتوں سے اپنا حصہ پائیں گے۔ دنیا پر مسلمانوں کو غلبہ اور برتری حاصل ہوگی۔ دنیا کا اقتدار ان کے قدموں میں ڈال دیا جائے گا۔ تاہم مسلمانوں نے اپنی ذمہ داری پوری نہ کی تو پھر انھی مغضوب علھیم و الضالین کو استعمال کیا جائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ وہ ہوگا جس کا آج وہ تصور بھی نہیں کر سکتے۔

مسلمان اپنا کام کریں یا نہ کریں، مسلمانوں کو دنیا پر غلبہ حاصل ہو یا نہ ہو، البتہ ایک بات یقینی ہے۔ آزادی کے اس دور کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کچھ افراد کو استعمال کرتے ہوئے اپنا پیغام ہر حال میں پوری دنیا تک پہنچائیں گے۔ یہی وہ تقدیر مبرم ہے جو قیامت سے قبل پیش آنے والا سب سے بڑا واقعہ ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو دعوتِ دین کے اس عمل کا حصہ بن جائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو قیامت کے دن پروردگار کی بہترین نعمتوں اور رحمتوں کے سائے میں ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا تم لوگ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو اور نہ ہی تناجش کرو (نیلامی پر مصنوعی بولی دینا تا کہ دوسرے زیادہ قیمت پر چیز خرید لیں) اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ ہی ایک دوسرے سے روگردانی کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا تقویٰ یہاں ہے کسی آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر پورا پورا احرام ہے اس کا خون اور اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2044)

ابو یحییٰ

اسلام اور لونڈی غلام (1)

انسانیت پر ایک دور ایسا بھی گزرا ہے جب لونڈی غلاموں کے بغیر کسی انسانی معاشرے کا تصور کرنا بھی محال تھا۔ مگر اس کے برعکس آج کے آزاد دور میں صورتحال بالکل بدل چکی ہے۔ آزادی، حریت، مساوات کے نعروں کے ساتھ یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ کسی فرد کو پکڑ کر غلام بنایا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید جس دور میں نازل ہوا، اس دور کی معاشرت، معیشت اور دیگر شعبہ ہائے زندگی غلاموں کی موجودگی ہی پر منحصر تھے اور ان کے بغیر انفرادی یا اجتماعی زندگی کا تصور کرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ ایک طرف قرآن مجید کو اس صورتحال کے اندر رہ کر لوگوں کی رہنمائی کرنی تھی اور دوسری طرف غلامی کے شکنجے سے انسانوں کو چھڑانا بھی تھا۔ قرآن مجید نے دونوں مقاصد کی رعایت کرتے ہوئے اس حوالے سے احکام دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ان احکام کو قرآن مجید کا حصہ بنا دیا۔ اس ہدایت کا مقصد یہ تھا کہ انسانیت کو درپیش یہ مسئلہ عالم عرب ہی تک محدود نہ تھا بلکہ مشرق سے مغرب تک ساری دنیا اس مسئلے کا شکار تھی۔ پیش نظر یہ تھا کہ انسانیت قرآن مجید کی اس رہنمائی سے فائدہ اٹھا کر غلامی کے مسئلے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے۔

مگر خلافت راشدہ کے بعد جہاں قرآن مجید کے بعض دیگر احکام کو پس پشت ڈال دیا گیا، وہیں غلامی کے خاتمے کے حوالے سے ان احکام کو بھی نظر انداز کر دیا گیا۔ مگر ان احکام کی قرآن مجید میں موجودگی نے عصر حاضر میں دو قسم کے نقطہ ہائے نظر پیدا کر دیے۔ ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ

اسلام غلامی کو پوری طرح اپناتا ہے اور گویا اس کی تائید میں کھڑا ہے۔ دوسرا نقطہ نظر اسلام پر یہ اعتراض کرتا ہے کہ خدا کا دین غلامی کو قبول کر کے ایک جبر کو تائید فراہم کرتا ہے۔

یہ دونوں تصورات غلط ہیں اور ہم برسہا برس سے اس حوالے سے اٹھائے جانے والے سوالات کے جواب دیتے رہے ہیں۔ ہماری یہ تمام تحریریں متفرق مقامات پر شائع ہوئیں ہیں اور الگ الگ پس منظر میں لکھی گئی ہیں۔ مگر اب بعض احباب کے اصرار پر ہم انھیں ایک مربوط تحریر کی شکل میں مرتب کر رہے ہیں تا کہ اس حوالے سے ایک جامع کتابچہ وجود میں آ جائے اور لوگوں کو ان کے تمام سوالات کا جواب ایک ہی جگہ مل جائے۔ اس حوالے سے ہم قرآن اور سیرت طیبہ کے حوالے سے اٹھائے جانے والے اشکالات کا جواب دیں گے کیونکہ اسلام قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی کا نام ہے۔ بعد کی تاریخ میں جو مسائل اس حوالے سے پیدا ہوئے، ان کا ایک بہت تفصیلی جائزہ ہماری درخواست پر ہمارے دوست جناب مبشر نذیر صاحب نے اپنی کتاب، ''اسلام میں ذہنی اور جسمانی غلامی کے انسداد کی تاریخ'' میں لیا ہے۔

یہ ایک تفصیلی تحقیقی مقالہ ہے جس میں انہوں نے قرآن، حدیث، سیرت نبوی، عہد خلافت راشدہ کے علاوہ فقہ اسلامی کے تدوین کے ادوار یعنی بنوامیہ اور بنوعباس کا بہت تفصیلی جائزہ لے کر اس حوالے سے ایک ایک چیز کو لے کر واضح کیا ہے۔ انہوں نے یہ بتایا ہے کہ اسلامی تاریخ میں خرابی کہاں سے، کب اور کس طرح پیدا ہوئی۔ پھر دور جدید میں غلامی کے خاتمے کی تحریک اور اسلام کی غلامی کے خاتمے کی تحریک سے اس کا تفصیلی موازنہ کر کے بتایا ہے کہ کیوں یہ تحریک کامیاب ہوئی اور کیوں اسلام کی تحریک زمانہ کی دستبرد کا شکار ہوگئی۔

مبشر صاحب کی یہ کتاب ایک تحقیقی کتاب ہے جس میں ہر جگہ مستند حوالے دیے گئے ہیں اور ہر بات کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک بہت قیمتی اور اہم کتاب ہے جو اسلامی

لٹریچر میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔اس کتاب میں مبشر صاحب نے اس بات کو بھی واضح کیا ہے کہ جسمانی غلامی کے ساتھ ذہنی غلامی کی ایک قسم بھی پائی جاتی ہے اور یہ آج کے دن تک موجود ہے۔انہوں نے اس ضمن میں تفصیل کے ساتھ یہ واضح کیا ہے کہ ہمارے اہل مذہب اور اہل تصوف کس طرح لوگوں کو اپنا ذہنی غلام بنا لیتے ہیں۔کن ہتھکنڈوں کو استعمال کر کے وہ ایک عام آدمی کا ذہن اس طرح مسموم کر دیتے ہیں کہ وہ اگر ایک دفعہ ان کے پاس آ گیا تو زندگی بھر نہ کوئی دوسری بات سنتا ہے اور نہ تجزیہ وتنقید کی صلاحیت استعمال کر پاتا ہے۔اس کے نتیجے میں ان کے پیروکاروں کی تعداد میں تو بہت اضافہ ہوتا ہے مگر معاشرے سے حق پرستی کی روایت ختم ہو جاتی ہے۔بڑی سے بڑی سچائی سامنے آنے پر بھی لوگ اندھے بنے رہتے ہیں۔اس مسئلے کے حل کے لیے بھی انہوں نے متعدد تجاویز پیش کی ہیں۔یہ کتاب مبشر صاحب کی اپنی ویب سائٹ www.mubashirnazir.org پر پڑھی جاسکتی اور اپنے کمپیوٹر پر ڈاؤن لوڈ بھی کی جاسکتی ہے۔

ہمارے پیش نظر جو تفصیلی تحریر ہے اس میں ہم درج ذیل سوالات کے جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

- قرآن مجید میں لونڈی غلاموں کے حوالے سے بیان کردہ احکام کی نوعیت کیا ہے؟
- اسلام نے غلامی کو ایک دم کیوں ختم نہیں کیا؟
- اسلام نے موجود لونڈی غلاموں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا؟
- اسلام نے غلامی ختم کرنے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا؟
- اسلام نے لونڈیوں کے مالکوں کو ان کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے کی اجازت کیوں دی؟
- قرآن میں لونڈیاں بنانے کی ممانعت کا حکم کیوں نہیں؟ نیز یہ کہ اس وقت لونڈی سے تمتع کی

اجازت تھی تو یہ اجازت کب ختم کی گئی؟

- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ کو اپنے حرم میں کیوں رکھا اور ان کو آزاد کر کے ان سے شادی کیوں نہیں کی؟
- کیا اسلام حور و غلمان کی شکل میں لونڈی غلاموں کا یہ سلسلہ جنت کی ابدی زندگی تک لے گیا ہے؟

قرآن وسیرت پر اٹھائے جانے والے ان سوالات و اعتراضات اور قرآن مجید کے احکام کی وضاحت کے علاوہ ہم معاصر دور کے حوالے سے پوچھے جانے والے کچھ سوالات کے بھی جواب دیں گے مثلاً:

- کیا گھریلوں خادماؤں کو لونڈیوں پر قیاس کر کے ان سے ہم بستری جائز ہے؟
- کیا کوئی خاتون اپنے شوہر کو ایسی لونڈی گفٹ کر سکتی ہے جس کی کفالت وہ خود کرتی ہو؟
- کیا آج فتوحات کے بعد مردوں کو غلام اور خواتین کو لونڈیاں بنایا جا سکتا ہے؟ نیز ایسی لونڈیوں سے جنسی تعلق قائم کیا جا سکتا ہے؟
- کیا کمرشل سیکس ورکرز سے تعلق قائم کرنے کے عمل کو لونڈیوں کے ساتھ تعلق پر قیاس کر کے جائز سمجھا جا سکتا ہے؟

ان شا اللہ العزیز ہم کوشش کریں گے کہ آئندہ آنے والے دنوں میں ہم ان تمام امور پر تفصیل سے گفتگو کر کے اسلام کے موقف کو تفصیل کے ساتھ واضح کریں۔ نیز اس ضمن میں پیدا ہونے والے ضمنی سوالات کے بھی ہم ان شا اللہ العزیز جواب دیں گے۔

جہاں رہیے بندگان خدا کے لیے باعث رحمت بن کر رہیں، باعث آزار نہ بنیں۔

ابو یحییٰ

اِس سال قربانی کی جگہ انفاق ؟

سوال: السلام علیکم۔اس برس کرونا کی وبا اور لاک ڈاؤن وغیرہ کی بنا پر لوگوں کے معاشی حالات بہت خراب ہیں۔کیا ہم قربانی کے بجائے اس پیسے سے لوگوں کی مدد کر سکتے ہیں؟ مسز رضوان

جواب: محترمہ مسز رضوان صاحبہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔قربانی ایک عبادت ہے۔ ہر عبادت کی ایک حقیقت اور اس کا ایک مقصد ہوتا ہے جو اس عبادت کو بعینہٖ ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔قربانی کی حقیقت اپنے وجود کو اپنے خالق کے حوالے کر دینے کا نام ہے اور اس کا مقصد اس جذبہ کا اظہار ہے کہ مالک کے لیے کبھی جان بھی دینی پڑی تو قربانی کے جانور کی طرح ہم بھی بے دریغ اپنا خون بہا دیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد کبھی سادہ طریقے سے مال خرچ کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔اس لیے یہ تو ممکن نہیں کہ قربانی کے پیسے کسی اور نیکی میں خرچ کر کے قربانی کا جذبہ پیدا کیا جا سکے۔

تاہم اس حوالے سے دو باتیں اہم ہیں۔ایک یہ کہ قربانی اپنی نوعیت کے لحاظ سے کوئی لازمی دینی مطالبہ نہیں ہے۔ اس معاملے میں سب سے سخت موقف احناف کا ہے،مگر وہ بھی اسے صاحب نصاب کے لیے واجب سمجھتے ہیں۔ جبکہ جمہور کے نزدیک تو یہ ایک نفل عبادت ہے۔اس لیے اگر آپ ہر برس اس عبادت کو ادا کرتی ہیں اور اس برس یہ چاہتی ہیں کہ قربانی کے پیسوں سے غریبوں کی مدد کی جائے تو یہ اپنی ذات میں ایک اچھی سوچ ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اس برس کرونا اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے لوگوں کے مالی مسائل بہت زیادہ بڑھ چکے ہیں۔ پھر بہت سے

لوگ بیمار ہورہے ہیں جن کے پاس علاج معالجے کے لیے پیسے نہیں۔

ایسے میں اِس خاص برس میں اگر کوئی قربانی کو اس جذبے سے موقوف کر کے ان پیسوں سے ضرورت مندوں کی مدد کرتا ہے تو ان شاء اللہ مجھے امید ہے کہ اسے قربانی کا اجر بھی ملے گا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر بھی ملے گا۔

والسلام علیکم

ابو یحییٰ

ارطغرل کی کہانی؟

سوال: السلام علیکم۔آپ نے اپنے مضمون اور لیکچر میں ارطغرل کی کہانی پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ یہ بیشتر فکشن ہے جبکہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ کہانی نہیں حقیقت ہے اور ترکی زبان میں اس کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔انٹرنیٹ پر بھی اس کہانی کے کرداروں کا ذکر ملتا ہے اور یوٹیوب پر کسی نے وڈیو میں ان کے مزارات کو بھی دکھایا ہے۔آپ اس حوالے سے کیا کہتے ہیں؟ خان شہباز

جواب: محترم خان شہباز صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عثمانی خلافت انسانی تاریخ کی عظیم ترین سلطنتوں میں سے ایک ہے۔اس کی حکومت دنیا کے تین براعظموں تک پھیلی ہوئی تھی اور کم وبیش چھ صدیوں تک یہ سلطنت دنیا کے وسط میں قائم رہی اور اسے مسلمانوں کی مرکزی سلطنت یعنی خلافت ہونے کا شرف بھی حاصل رہا۔

ان گزارشات کا مطلب یہ واضح کرنا ہے کہ خلافت عثمانیہ کی تاریخ محض مقامی ترکوں کی تاریخ نہیں بلکہ دنیا کی ایک عالمی سپر پاور کی تاریخ ہے۔اس پس منظر میں عثمانی سلطنت کی تاریخ

نہ صرف ترکوں نے لکھی بلکہ دنیا بھر کے مورخوں نے لکھی ہے۔ ان سب نے عثمانی سلطنت کے تمام سلاطین کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اس تاریخ میں عثمانی خاندان کے پس منظر کا بھی ذکر کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کو ارطغرل سے کیا کوئی ذاتی دشمنی تھی کہ انھوں نے باقی سب سلاطین کا ذکر کیا اور ارطغرل کا ذکر تفصیل سے نہیں کیا؟ ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اطغرل کے حوالے سے تاریخی مواد بہت کم دستیاب تھا۔ جتنا تھا اس کو تاریخ کی کتابوں میں لکھ دیا گیا۔ البتہ یہ بات ٹھیک ہے کہ مقامی ترکی میں ارطغرل کے حوالے سے کچھ اساطیری قصے موجود ہیں۔ لیکن وہ بس کہانیاں ہی ہیں۔ مسلمہ تاریخ اس باب میں خاموش ہے۔

آخر میں ایک بات بطور تاثر عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ارطغرل ڈرامے کے حوالے سے جو کچھ لکھا، اس پر آنے والے انتہائی جذباتی ردعمل سے مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اسلام پسند طبقہ حقیقت کی تلخ دنیا سے فرار حاصل کر کے خیالوں کی دنیا میں جینے کا عادی ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کا ماضی چونکہ بہت شاندار رہا ہے اس لیے ماضی کی عظمت کی داستانوں میں کھو جانا انھیں بہت سکون دیتا ہے۔ ہمارے جیسے حقیقت پسند جب دردمندی کے ساتھ انھیں یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ آپ کا حال نہیں بلکہ ماضی کی گزری ہوئی داستان ہے اور وہ بھی خیالی، اس لیے ہوش میں آ کر حال کی فکر کرو تو لوگ ناراض ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کے ناراض ہونے سے اگر ہمارا حال بہتر ہو سکتا تو ہمیں اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔ مگر بدقسمتی سے لوگوں کی جذباتیت تقدیر امم نہیں بدل سکتی۔ قوموں کی تقدیر علم و اخلاق میں بہتری سے بدلتی ہے نہ کہ ماضی کے خوابوں میں گم رہنے سے۔

والسلام

ابو یحییٰ

جاوید چوہدری

ارطغرل ڈرامہ

میرے ایک بہت پرانے دوست ہیں یہ روز میرے ساتھ واک کرتے ہیں اور مجھ سے روز پوچھتے ہیں کیا میں بھی ارطغرل سیریز دیکھنا شروع کر دوں؟ میں روز جواب دیتا ہوں ہرگز ہرگز نہیں بھائی مجید یہ غلطی نہ کیجیے گا میں اپنے بچوں عزیز رشتے داروں اور دوستوں کو بھی روک رہا ہوں یہ سب پوچھتے ہیں کیوں؟ تو میرا ایک ہی جواب ہوتا ہے یہ سیریز صرف ڈرامہ نہیں یہ ایک نشہ ہے یہ ایڈکشن ہے آپ نے اگر ایک بار یہ شروع کر دیا تو پھر آپ ہیروئین کے نشئی کی طرح اسے چھوڑ نہیں سکیں گے آپ کسی بھی کام کے نہیں رہیں گے۔

ارطغرل پانچ سو قسطوں پر مشتمل سیریز ہے اور ہر قسط چالیس بیالیس منٹ کی ہے لہٰذا آپ خود اندازہ کیجیے کیا آپ اس کے بعد کوئی دوسرا کام کر سکیں گے؟ میں بات آگے بڑھانے سے پہلے آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں دریلیش ارطغرل کی کہانی میں صرف دو فیصد حقیقت اور 98 فیصد فکشن ہے لیکن اس کے باوجود یہ ماننا پڑے گا یہ دل دماغ اور روح تینوں پر اثر کرتی ہے ارطغرل سیریز کہانی کرداروں مکالموں سیٹس میوزک کاسٹیومز لائٹنگ اور پروڈکشن ہر لحاظ سے لاجواب ہے یہ دیکھنے والے کو ایک لمحے کے لیے بھی دائیں بائیں نہیں ہونے دیتی یہ آپ کے دل کی دھڑکن پھیپھڑوں کی سانس اور ذہن کی سوچ بن جاتی ہے یہ خون کی طرح آہستہ آہستہ آپ کی نسوں میں سرکتی رہتی ہے۔ میں ارطغرل کی اصل کہانی سے واقف تھا میں جانتا تھا پوری ترک تاریخ میں ارطغرل کے بارے میں صرف سات صفحات دستیاب ہیں اور وہ بھی حضرت محی الدین ابن عربی کرسچین ٹیمپلرز اور بازنطینی آرکائیوز میں بکھرے ہوئے ہیں ترک حکومت کے پاس ارطغرل کے نام کا صرف ایک سکہ ہے اور وہ بھی اورخان کے دور میں جاری ہوا تھا اور بس۔ ڈرامہ سیریز میں دکھائے گئے ارطغرل کے تینوں بیٹے قراجہ حصار کے مضافات میں قائی قبیلے کے

ٹینٹوں میں پیدا ہوئے اوراہلیہ حلیمہ سلطان عثمان غازی کی پیدائش کے بعدانتقال کرگئی جب کہ حقیقت اس سے بالکل مختلف تھی ارطغرل کے تینوں بیٹے صغوط میں پیدا ہوئے تھے یہ لوگ پہلے بیٹے گوندوز کی پیدائش سے قبل صغوط شفٹ ہو چکے تھے۔

حلیمہ سلطان نے عثمان غازی کو 67 سال کی عمر میں جنم دیا تھا یہ اس وقت تک مینو پاز ہو چکی تھی لہٰذا عثمان غازی کی پیدائش معجزہ بھی تھی اور حضرت ابن عربی کی دعا کا نتیجہ بھی ارطغرل کے ساتھی بامسی آرتک بے ترگت الپ عبدالرحمٰن الپ اور سامسا الپ تاریخی کردار ہیں ترکی میں ان کے مزارات بھی موجود ہیں لیکن حقیقت میں یہ کبھی ارطغرل سے نہیں ملے ان کے ادوار ہی مختلف تھے ڈرامہ سیریز میں سعدالدین کو پیک (امیر سعادت) کا کردار بہت اہم اور طاقت ور ہے۔

یہ درست ہے سعدالدین کو پیک علاؤالدین سلجوق اور غیاث الدین سلجوق کے دور میں اہم شخصیت تھا اس نے سلجوق سلطنت کی تباہی میں بھی منفی کردار ادا کیا تھا وہ انتہا درجے کا سازشی حریص چالاک اور منفی شخص بھی تھا شیطان بھی اس سے پناہ مانگتا تھا لیکن وہ اس کے ساتھ ساتھ شاعر مصور اور اعلیٰ پائے کا آرکی ٹیکٹ تھا اس نے سلطان علاؤالدین کا ذاتی محل تعمیر کیا تھا تاہم یہ درست ہے غیاث الدین سلجوق کے زمانے میں اس کا سر اتار دیا گیا تھا لیکن یہ کام ارطغرل نے نہیں کیا تھا۔

سعدالدین کو سلطان کے حکم پر قتل کر کے اس کا سر محل کی دیوار سے لٹکا دیا گیا تھا ڈرامہ سریز میں یہ کردار ترک اداکار مورات گیری پااوغلو نے ادا کیا اور کمال کر دیا ولن کا یہ کردار اس قدر مضبوط تھا کہ جب ارطغرل نے سعدالدین کو پیک کا سر اتارا تو پورے ترکی میں جشن منایا گیا تھا لوگوں نے سڑکوں پر آ کر ڈھول پیٹے اور پٹاخے چلائے تھے سعدالدین کو پیک کی قبر قونیا میں ہے اور اس کا بڑا برا حال ہے شہر کے نشئی اس میں بول و براز کرتے ہیں۔

ڈرامے میں حلیمہ سلطان کو جوانی میں مرتے ہوئے دکھایا گیا جب کہ یہ بڑھاپے میں فوت ہوئی تھی اور اسے صغوط میں دفن کیا گیا تھا آج بھی اس کی قبر صغوط میں ارطغرل کے مزار کے قریب ہے بیجونویان بھی اصل کردار تھا یہ ایشیا کوچک میں منگولوں کا گورنر تھا چنگیز خان کے بیٹے اوغدائی نے اسے گورنر مقرر کیا تھا یہ کوس داگ کی جنگ میں بھی شریک ہوا تھا لیکن اس کا ارطغرل کے ساتھ کبھی ٹاکرا نہیں ہوا اس کی زندگی کا زیادہ تر حصہ بغداد شام اور ایران کی مہمات میں گزرا تھا۔

ڈرامہ سیریز میں ارطغرل کو عالم اسلام کا بہت بڑا بلکہ سب سے بڑا ہیرو بنا کر پیش کیا گیا یہ بات بھی تاریخی لحاظ سے غلط ہے کیوں کہ ارطغرل کا تاریخ میں دو سو جوانوں کے ساتھ علاؤالدین سلجوق کی اچانک مدد سلطان سے صغوط کی وادی حاصل کرنے اور ابن عربی کی دعا کے علاوہ کوئی اہم کارنامہ نہیں تھا سلطنت عثمانیہ آہستہ آہستہ معرض وجود میں آئی تھی اور اصل کمالات سلطان محمد فاتح سلطان سلیم اول اور سلطان سلیمان نے دکھائے تھے یہ لوگ تھے جنھوں نے صغوط کی چھوٹی سی وادی اور تین ہزار لشکریوں کی ریاست کو دنیا کی عظیم خلافت بنا دیا تاہم یہ بھی سچ ہے خلافت عثمانیہ اگر درخت تھی تو اس کا بنیادی بیج ارطغرل تھا وہ نہ ہوتا تو شاید خلافت عثمانیہ بھی نہ ہوتی۔

دریلیش ارطغرل فکشن ہونے کے باوجود کمال ہے یہ امریکا میں دیکھی جانے والی پہلی ترک سریز ہے اس نے 150 ملکوں میں ریکارڈ قائم کیا قسط نمبر ایک سو دو 17 جنوری 2018ء کو ریلیز ہوئی اس کی ریٹنگ 17 تھی اور یہ ترکی میں کسی بھی ڈرامے کی بلند ترین ریٹنگ تھی دریلیش ارطغرل حکومت کی سرپرستی میں بنائی گئی اس کے پیچھے پروفیسروں کی پوری ٹیم تھی ٹیم نے ابن عربی کا مطالعہ بھی کیا ترک تہذیب اور ثقافت بھی دیکھی اور اسلام کی دھندلی ہوتی تصویر کا مشاہدہ بھی کیا اور پھر ایک ایسا فریم بنایا جس کے اندر رہ کر یہ ڈرامہ سیریز بنائی گئی اور پھر کمال ہو

گیا۔

ترک صدر طیب اردگان تک اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ یہ اپنی اہلیہ اور صاحبزادی کے ساتھ سیٹ پر پہنچ گئے اور آدھا دن وہاں گزارا اس ڈرامہ سیریز نے ترکی کی سیاحت میں بھی تین گنا اضافہ کیا اور سیاح ان علاقوں کے وزٹ بھی کرنے لگے جہاں کبھی کوئی شخص نہیں جاتا تھا میں صغوط میں 2014ء میں گیا تھا میں نے بورسا سے صغوط کے لیے ٹیکسی لی تھی آپ کو یہ جان کر حیرت ہو گی ٹیکسی ڈرائیور اور صغوط کے زیادہ تر لوگ بھی ارطغرل سے ناواقف تھے۔

ہم نے بڑی مشکل سے اس کا مزار تلاش کیا مزار کی حالت زیادہ اچھی نہیں تھی لیکن آج صغوط باقاعدہ سیاحتی مقام بن چکا ہے سیکڑوں لوگ روز وہاں جاتے ہیں اور سر پر ارطغرل کیپ پہن کر ہاتھ میں تلوار لے کر تصویریں بنواتے ہیں حلیمہ سلطان بھی اب تک کروڑوں نوجوانوں کی والدہ بن چکی ہیں جب کہ میں جب وہاں گیا تھا تو قبر پر کبوتروں کی بیٹھوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا یہ ہے کیمرے اور سوشل میڈیا کی پاور ایک ایسا کردار جس کا ذکر ترک تاریخ میں بھی سات صفحوں سے زیادہ نہیں وہ کیمرے اور سوشل میڈیا سے ہوتا ہوا تاریخ کا عظیم مجاہد بن گیا اور لوگوں نے اس پر یقین بھی کر لیا۔

آپ میڈیا کا اثر دیکھیے آج ارطغرل کا کردار ادا کرنے والا اداکار اینجن التان باہر نکلتا ہے تو لوگ آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ چومنا شروع کر دیتے ہیں اور جب حلیمہ سلطان کا کردار نبھانے والی اداکارہ اسرا بلگیچ اور ارطغرل کی ماں حیمہ انا کا کردار ادا کرنے والی اداکارہ حلیہ دارجان کی بکنی اور کھلے گلے کی تصاویر سوشل میڈیا پر اپ لوڈ ہوتی ہیں تو لوگ شدید احتجاج کرتے ہیں یہ ان تصویروں کو اسرا بلگیچ اور حلیہ دارجان کی تصویریں ماننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوتے۔

اسی طرح سلیمان شاہ کا کردار سردار گوکھان سلیمان شاہ کے بھائی کا کردار ہیکن وینلی سعد

الدین کو پیک کا کردار موراٹ گیری پااوغلو اور نویان کا کردار برس باج نے ادا کیا تھا لوگ آج انہیں ان کے اصل نام کی بجائے ان کے کرداروں سے جانتے ہیں سردار گوکھان عام زندگی میں بھی سلیمان شاہ اور موراٹ گیری پااوغلو اپنی گلی میں بھی سعد الدین کو پیک بن چکے ہیں آپ کیمرے کی پاور دیکھیں نویان کا کردار ادا کرنے والے برس باج اور سعدالدین کا کردار ادا کرنے والے موراٹ گیری پااوغلو جب گلیوں یا بازاروں میں نکلتے ہیں تو لوگ غصے میں ان کے ساتھ لڑنا شروع کر دیتے ہیں دکان دار انہیں سودا نہیں دیتے۔

یہ ہے میڈیا یعنی اصل نقل ہو گیا اور نقل اصل ہو گئی آپ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کیا اس ڈرامہ سیریز نے اس کے اداکاروں کا کیریئر ختم نہیں کر دیا کیا یہ اب باقی زندگی ارطغرل کی چھاپ سے باہر آ سکیں گے میرا خیال ہے نہیں یہ لوگ بھی اب محبوب عالم کی طرح چودھری حشمت بن چکے ہیں یہ اب مرنے تک درریلیش ارطغرل سے باہر نہیں آ سکیں گے۔ارطغرل کے تمام ولن بہت مضبوط اور اداکاری کی معراج چھوتے نظر آتے ہیں سیریز کے لیے استنبول کے مضافات میں پانچ ہزار لوگ آباد کیے گئے۔

خیمے بھی لگائے گئے اور قازقستان سے 25 ٹرینڈ گھوڑے اور تلوار باز بھی منگوائے گئے اداکاروں کو چھ ماہ ٹریننگ دی گئی اور پھر ایک ایسا شاہکار سامنے آیا جسے مغربی میڈیا اسلامی بم قرار دے رہا ہے اور یہ واقعی اسلام کا ثقافتی روحانی اور تاریخی بم ہے لیکن میری اس کے باوجود درخواست ہے آپ اسے مت دیکھیں کیوں؟ کیوں کہ آپ اسے شروع کرنے کے بعد چھوڑ نہیں سکیں گے آپ کے اندر ایک ارطغرل پیدا ہو جائے گا اور آپ کو باقی زندگی اس کے ساتھ گزارنا پڑے گی۔

[بشکریہ روزنامہ ایکسپریس]

خطیب احمد

آخری چالان

میں لاہور ہال روڈ سے براستہ مال روڈ پنجاب یونیورسٹی جا رہا تھا۔ درجہ حرارت 45 تھا اور دن کے 2 بجے تھے سڑک پر رش بہت کم تھا۔ جب کینال روڈ کے اوپر بنے ٹریفک سگنل پر پہنچا تو سگنل سرخ تھا۔ اور سورج کی تپش مجھے جلائے جا رہی تھی۔ میں نے قانون کی خلاف ورزی کی کہ میں بے ہوش ہو کر گرنے ہی والا تھا اور آگے چھاؤں میں کھڑے ٹریفک پولیس اہلکار کے پاس جا کر خود ہی بائیک کھڑی کر دی۔ اسنے مجھے نہیں روکا تھا۔

میں نے اس کے پاس چھاؤں میں کھڑے ہو کر کہا بھائی میں نے ابھی ٹریفک سگنل توڑا ہے میرے پاس بائیک کے کاغذات بھی نہیں اگلی نمبر پلیٹ بھی نہیں ہے اور پچھلی نمبر پلیٹ غیر نمونہ ہے میری سپیڈ بھی آتے ہوئے حد رفتار سے زیادہ تھی میرے پاس لائسنس بھی نہیں ہے تو آپ سارا حساب لگا کر میرا چالان کیجئے۔

اسے جیسے میری بات پر یقین نہیں آیا یا لگا میں مذاق کر رہا ہوں تو کہتا سر آپ مذاق کر رہے ہیں یا میرا کوئی امتحان مقصود ہے؟ میں نے کہا بالکل ایسا نہیں آپ کے سامنے ٹریفک سگنل توڑا ہے جو باقی بتایا آپ خود دیکھ لیں۔ خیر تھوڑی سی گفت وشنید کے بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ میں کوئی مذاق نہیں کر رہا نہ اسے کسی طرح آزما رہا ہوں تو کہتا سوری بھائی میں آپ کا چالان بالکل نہیں کروں گا۔

میں نے کہا کیوں؟ تو کہتا میری 11 سالہ سروس میں آپ پہلے شہری ہیں جو بنا روکے خود رک کر اپنی غلطیاں بتا کر چالان کروانے کی ضد کر رہے ہیں ورنہ جسے روکیں وہ اپنی غلطی مانتا نہیں یا کسی کی فون پر سفارش کروانے کی کوشش کرتا ہے یا کہتا ہے اب چھوڑ دیں آئندہ خیال رکھوں گا۔ لہٰذا کچھ بھی ہو جائے میں آپ کا چالان نہیں کروں گا۔ خیر اس نے میرا چالان نہیں کیا اور کہتا کچھ دیر ادھر بیٹھ جائیں ابھی دھوپ بہت ہے۔ اور پھر ادھر بیٹھے ہی ایک دم میری آنکھوں سے پانی کا ایک سونامی چھلک آیا۔ جیسے جسم میں جان ہی نہیں۔

مجھے اس وقت خیال یہ آیا تھا کہ میں نے اپنی گزشتہ عمر میں ایک بار بھی اس طرح مالک ارض وسما کے سامنے تو خود کو دل سے سرنڈر نہیں کیا۔ اس کے حضور وہ گناہ تو نہیں گنوائے جو میں شب وروز چھپ کر یا علانیہ

کرتا ہوں۔اسے تو آج تک نہیں کہا کہ میرے مالک میں آج آپ کے سامنے آ گیا ہوں اوراقرار کرتا ہوں میری تنہائی پاک نہیں یا جیسا میں لوگوں کو دکھتا ہوں میں تو ویسا نہیں ہوں میں نے اکثر نماز بھی نہیں پڑھی، زنا کیا، جوا کھیلا، زکوۃ نہ دی، رشتہ داروں کا حق کھایا، اپنے ماتحتوں پر ظلم کیا، مزدور کو پوری اجرت نہ دی، بیوی بچوں کو استطاعت کے باوجود بہت سی جائز ضرورتوں سے محروم رکھا، والدین کا دل دکھایا اور سب سے بڑھ کر آپ کی قائم کردہ حدوں کو توڑا۔اور ایک آپ ہیں مجھے آج تک نہیں روکا میرے گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا مجھے رسوا نہ کیا نہ میرا رزق روکا۔

اسے تو نہیں کہا کہ مجھے میری زندگی میں جو چاہے سزا دے لیجیے اور آپ کے بارے میں تو جو سنا یا پڑھا ہے وہ یہی ہے کہ آپ کی رحمت آپ کے غصے پر حاوی ہے۔تو میرے مالک آپ کے ایک غلام کا بچہ غلام ابن غلام اپنی سرکشی سے توبہ کرتا ہے اور آج سے آپ کے حکموں پر سربسجود ہونے کی پوری کوشش کرے گا۔میرے اس سفر میں اب کبھی میرا ہاتھ نہ چھوڑیے گا۔ مجھے معاف فرما دیجیے ناں۔تو بھلا وہ خدا جو اپنے بندے سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے وہ معاف نہیں کرے گا؟ وہ ضرور تمام گناہ معاف فرما دے گا اور اسی وقت فرشتوں کو حکم کرے گا اس کے سب گناہ مٹا دو اور جو معاملات حقوق العباد کے ہیں ان بندوں کے بھی دل اپنے اس گناہگار بندے کے لیے نرم کر دے گا۔اور کہے گا جا میرے بندوں سے بھی معافی مانگ لے میں تمہیں دنیا وآخرت میں کوئی سزا نہیں دوں گا۔

اللہ کی کچھ صفات اس کے بندوں میں بھی ہیں شاید اللہ کی معاف کرنے والی صفت ہی اس بندہ مومن پولیس اہلکار پر بھی غالب آ گئی۔

تو آیئے زندگی کے اس ''آخری چالان'' جسے دنیا موت یا ڈیتھ کے نام سے جانتی ہے، کے کٹ جانے سے پہلے ہی خود کو اس خدائے واحد و یکتا کے سامنے پیش کر دیں۔ برسوں سے گناہوں کی شاہراہ پر چلتے قدم خود روک لیں کہ جب اس کے بھیجے ہوئے اہلکار حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ہمیں روک کر ہمارا آخری چالان کر دیا اور ہمیں خدا کے سامنے پیش کر دیا تو ہماری معافی منتیں اور سفارشیں کسی کام نہ آئیں گی۔ پھر عدل ہو گا وہ چاہے تو جسے معاف کرے چاہے تو جسے مرضی جہنم کی گہری کھائیوں میں پھینک دے۔آج موقع ہے اس کی رحمت کو جوش دلا کر اس سے دوستی کرنے کا جو کسی بھی وقت چھن جائے گا اور ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔

ڈاکٹر شہزاد سلیم/محمود مرزا

بیویوں سے چند گزارشات

خاندان معاشرے کی ایک اہم عمارت ہے۔اس کے مستحکم ہونے پر ہی معاشرے کے مستحکم ہونے کا انحصار ہوتا ہے۔مگر دیکھا گیا ہے کہ اکثر اوقات میاں بیوی ایک دوسرے سے ناامید اور مایوس ہو جاتے ہیں۔اس صورتِ حال کا ایک علاج یہ ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں کو اپنے رویے اور سلوک پر زیادہ دھیان دینا چاہیے۔لٰہذا یہاں بیویوں کے لیے کچھ تجاویز ہیں جو اس سلسلے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔

1۔ بیویوں کو چند استثنائی حالات کے علاوہ دوسرے لوگوں کے سامنے اپنے شوہروں کی کوتاہیوں اور کمزوریوں کو بیان نہیں کرنا چاہیے۔اس سے نہ صرف گھر کی بات گھر تک محدود رہتی ہے بلکہ میاں بیوی کے باہمی تعلقات بھی مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح کے معاملات پر ہمیشہ رازداری میں ہی بات کرنی چاہیےاور مل کر ان کمزوریوں پر قابو پانے کے لیے حکمتِ عملی تیار کرنی چاہیے،اس بات کو ملحوظِ نظر رکھتے ہوئے کہ کوئی شخص بھی ان کمزوریوں سے مستثنیٰ نہیں ہوتا۔

2۔ بیویوں کو چاہیے کہ اپنے بچّوں کو اپنے والد پر فخر محسوس کروانے کی کوشش کریں۔ بہرحال کوتاہیوں کے علاوہ ایک باپ میں کچھ اچھی صفات بھی ہوں گی۔ اگر بچوں کے سامنے ان صفات کا تذکرہ کیا جائے اور والد کی تعریف کی جائے تو اس سے میاں بیوی کے مابین بھروسے اور اعتماد کے ساتھ باہمی ہم آہنگی بھی پیدا ہوگی۔

3۔ بیویوں کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ کچھ ناکامیوں کے باوجود شوہروں نے لازماً ان کے لیے کچھ کیا ہوگا اگر وہ وقتاً فوقتاً ان کے ساتھ اس پر اظہارِ تشکر کرتی رہیں تو یہ ایک اچھا اشارہ

اوران کی طرف سے اعتراف کی علامت ہوگا۔ یہ ازدواجی زندگی کے لیے حیرت انگیز کام کرسکتا ہے۔

4۔ بیویوں کو شوہروں کے ساتھ ہم آہنگی اور تعمیل کا رویہ اپنانا چاہیے کیونکہ شوہر کو خاندان کے سربراہ کی حیثیت کسی ہماشما نے نہیں بلکہ اس کائنات کے پروردگار نے دی ہے۔ تاہم شوہروں کو بھی چاہیے کہ وہ گھر کے معاملات کو جمہوری اصولوں پر ہی چلائیں۔ البتہ جہاں کسی معاملے میں جمود طاری ہوجائے اور باہمی رضامندی سے کوئی فیصلہ کرنا ممکن نہ رہے تو پھر آخری فیصلہ لینا بہرحال شوہر کا ہی استحقاق ہے۔

5۔ ہمارے معاشرے کے عرف میں یہ بات شامل ہے کہ لڑکی بیاہ کر الگ گھر میں نہیں جاتی بلکہ لڑکے کے والدین کے گھر میں جاتی ہے اور کچھ ابتدائی عرصے تک ان کے ساتھ رہتی ہے۔ اس میں جہاں لڑکے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ لڑکی اور اس کے شوہر کو ایک انفرادی ماحول فراہم کریں اور اسے ملازمہ نہ سمجھیں، وہیں لڑکی کو بھی یہ حقیقت سمجھنی چاہیے کہ بہرحال اسے معاشرے کے عرف کی رعایت کرنی ہوگی۔ اس حوالے سے لڑکے کے والدین کی عزت، ان کا لحاظ اور معمول کی ذمہ داریاں اسے قبول کرنا چاہئیں۔

اگر کسی خاتون کو یہ بات قبول نہیں اور وہ شروع سے الگ رہنا چاہتی ہے تو اسے اور اس کے گھر والوں کو شادی سے قبل لڑکے والوں کو اس بارے میں بتانا چاہیے کہ لڑکی الگ رہنا چاہے گی۔ اس سے وہ بہت سے مسائل ختم ہوسکتے ہیں جو شادی کے بعد متعدد گھروں میں پیدا ہو جاتے ہیں۔

محمد ذکوان ندوی

ایک عجیب ظاہرہ

حال میں ایک تعلیم یافتہ مسلمان سے ہماری ملاقات ہوئی۔ وہ انگریزی کے علاوہ عربی زبان سے بھی واقف تھے۔ اُن کا کہنا تھا کہ وہ اسلام کو مانتے ہیں۔ وہ نماز اور دیگر اسلامی عبادات پر اپنے مخصوص فلسفے کے تحت تبصرہ فرما رہے تھے، جو صرف فکری التباس کے ایک نئے جنگل کے ہم معنی تھا۔ دورانِ گفتگو انھوں نے اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک سوال و جواب کا ذکر کیا۔

اُن کے دوست کا سوال یہ تھا کہ خدا کے وجود کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انھوں نے بتایا کہ میں نے جواب دیا: خدا میرا کنسرن (concern) نہیں۔ میرا کنسرن صرف یہ ہے کہ ہمارے پڑوس میں کوئی شخص بھوکا اور محروم نہ رہے؛ کوئی محتاج اور ضرورت مند عورت اور مرد ایسا باقی نہ رہے جس کی ضرورت کا سامان نہ کیا جا سکا ہو۔

اِس گفتگو کو سن کر میں نے کہا: آپ کا انسانی جذبہ بلاشبہ انتہائی قابلِ قدر ہے۔ تاہم کیا خدا پر سچا ایمان یا آپ کے الفاظ میں ''خدا کو اپنا کنسرن بنانا'' اِس چیز میں مانع ہے کہ آدمی اپنے پڑوسیوں اور اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ نہ کرے؟ میں نے کہا کہ ایمان کا ماخذ (کتاب وسنت) اِس بات کی تعلیم و تاکید سے لبریز ہے۔ مثلاً قرآن میں بار بار اہلِ ایمان کا ذکر کرتے ہوئے اِس طرح کے الفاظ میں اُن کی مطلوب صفات بیان کی گئی ہیں:

☆ 'وَفِیۡۤ اَمۡوَالِہِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ'، (الذاریات ۵۱:۱۹) یعنی اُن کے مال میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے۔

☆ 'وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسۡکِیۡنًا وَّ یَتِیۡمًا وَّ اَسِیۡرًا'، (الدہر ۷۶:۸) یعنی وہ مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے رہے، اِس کے باوجود کہ وہ خود اُس کے ضرورت مند تھے۔

اِسی طرح جو لوگ دعویِ ایمان و معرفت کے باوجود مذکورہ قسم کی اعلیٰ انسانی صفات سے خالی

ہوں، اُن کو جہنمی اور روزِ جزا و آخرت کو جھٹلانے والا قرار دیا گیا ہے۔ چناں چہ ارشاد ہوا ہے:

☆ کُلُّ نَفۡسٍۭ بِمَا کَسَبَتۡ رَهِیۡنَةٌ . اِلَّاۤ اَصۡحٰبَ الۡیَمِیۡنِ . فِیۡ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوۡنَ . عَنِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ . مَا سَلَکَکُمۡ فِیۡ سَقَرَ. قَالُوۡا لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّیۡنَ . وَلَمۡ نَكُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡکِیۡنَ. وَکُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِیۡنَ . وَکُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوۡمِ الدِّیۡنِ. حَتّٰۤی اَتٰنَا الۡیَقِیۡنُ ' (المدثر ۷۴: ۳۸-۴۷) یعنی ہر شخص اُس دن اپنے عمل کے بدلے رہن ہوگا۔ داہنے والوں کے سوا۔ وہ باغوں میں ہوں گے۔ اِن مجرموں کے بارے میں وہ باہم سوال کر رہے ہوں گے۔ (وہ اُن سے پوچھیں گے کہ) تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے آئی ہے؟ وہ کہیں گے: ہم نمازی نہ تھے؛ ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے؛ ہم اِن کج بحثی کرنے والوں کے ساتھ کج بحثی کرتے تھے اور بدلے کے دن کو جھٹلاتے تھے، یہاں تک کہ یقین کی گھڑی آ گئی۔

☆ 'اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ . فَذٰلِكَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ . وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الۡمِسۡکِیۡنِ. فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ . الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ . الَّذِیۡنَ هُمۡ یُرَآءُوۡنَ '، (الماعون ۱۰۷: ۱-۶) یعنی تم نے دیکھا اُس شخص کو جو روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکّے دیتا ہے اور مسکین کو کھلانے کے لیے نہیں ابھارتا۔ پس بربادی ہے اِس قسم کے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کی حقیقت سے غافل ہیں۔ وہ جو عبادت کی نمائش کرتے اور برتنے کی کوئی ادنیٰ چیز بھی کسی کو دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

اِس کے علاوہ، اقوالِ رسول میں کثرت سے اِس بات کی تاکید کی گئی ہے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'لیس المؤمن الّذي یشبع ، و جارُہ جائع إلی جنبه '، (الأدب المفرد للبخاري: ۱۱۲) یعنی وہ شخص مومن نہیں جو خود سیر ہو کر کھائے اور اُس کا پڑوسی بھوکا رہے۔

اِس بات کا کوئی جواب دینے کے بجائے، مذکورہ صاحب اِس طرح کا ریمارک دینے لگے۔ لیجیے، آپ کی مذہبیت جاگ اٹھی، آپ نے پھر وہی مولویانہ قسم کی بات شروع کر دی،

وغیرہ۔ میں نے کہا: ممکن ہے ایسا ہی ہو، جیسا آپ فرمارہے ہیں، مگر یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔ دلیل کا جواب دلیل ہے، نہ کہ مجرد ریمارک۔ ہماری گفتگو جاری رہی۔ آخرکار، انھوں نے یہ کہہ کرکسی نتیجے پر پہنچے بغیر بات ختم کردی: ''میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا۔ 'مذہبی' کنڈیشننگ کی بنا پر آپ سے مزید بات نہیں ہوسکتی۔'' میں نے عرض کیا: یہ بات اُس وقت درست ہوسکتی تھی، جب آپ کا ساتھی زیرِ بحث موضوع پر علمی ڈسکشن کے لیے تیار نہ ہو۔ وہ صرف فتویٰ و 'ارشاد' کی زبان میں اپنی بات کہہ کر آپ کو خاموش کرنے کی کوشش کرے۔ اِس کے برعکس، یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ میں استدلال کی زبان میں بات کررہا ہوں اور آپ صرف ریمارک کی بنیاد پر بلا دلیل اپنے موقف کی وکالت فرمارہے ہیں۔

''میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا'' جیسی بات اُس شخص سے کہنا درست ہوسکتا ہے جو علم واستدلال کی زبان میں کسی حقیقت کو سمجھنا نہ چاہے، مگر جو شخص کسی چیز کو علم واستدلال کی زبان میں خالص معروضی طور پر سمجھنا چاہتا ہو، اُس کے سامنے اِس طرح کی بات کرنا صرف اِس بات کا ثبوت ہے کہ ایسے آدمی کے اندر صالح مزاج (sound mind) نہیں پایا جاتا، وہ ردعمل کا شکار ہے، یا وہ اُس نفسیاتی کمزوری میں مبتلا ہے جس کو علمی کم ہمتی کہا جاتا ہے۔ شاید اِس قسم کے لوگوں کو اندازہ نہیں کہ یہ صرف اپنی شکست کا اعلان ہے، نہ کہ حقیقتِ واقعہ کی تردید۔

اِس طرح کے تجربات کے دوران میں اکثر قرآن کی وہ آیت یاد آتی ہے جس میں ارشاد ہوا ہے:

''(مبرہن دلائل کے باوجود) انسانوں کا حال یہ ہے کہ اُن میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بغیر کسی علم، بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے (محض تکبر سے) اپنے شانے جھٹکاتے ہوئے اللہ کے باب میں حجت کرتے ہیں، تاکہ وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں۔'' (الحج ۲۲: ۸-۹)

متعدد اسباب کی بنا پر دورِ جدید میں یہ ظاہرہ بہت عام ہوتا جارہا ہے۔ آج ہر جگہ ایسے فلسفہ

طرازقسم کے دانش ور نظر آئیں گے جو عقل وفطرت، علم واستدلال اور کتابِ الٰہی کی کسی شہادت کے بغیر خدا اور رسول اور اسلام پر رائے زنی کرتے ہوئے محض خودساختہ مفروضات کی بنا پر بڑی بڑی بحثیں کریں گے، حتیٰ کہ اب ایسے مفکرین بھی ابھر آئے ہیں جو عربی زبان سے بے خبر ہونے کے باوجود اسٹیج پر قرآنیات کا دنگل لڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔ عبداللہ بن مسعود کے الفاظ میں، اِس قسم کے غیر عالم 'خطباء' کی کثرت صرف حقیقی 'علماء' کی قلت (كثيرٌ خطباؤه، قليلٌ علماؤه، السلسلة الصحيحة: ۲۵۱۰) کا ثبوت ہے، جو بلاشبہ انسانیت کے لیے ایک انتہائی مہلک ظاہرہ ہے۔

اِس طرح کے تجربات کے دوران میں اکثر یہ احساس ہوتا ہے کہ کیسے عجیب ہوں گے وہ لوگ جو خدا کی زمین پر کھڑے ہوکر خدا کا انکار کریں؛ جو خدا کی دنیا میں رہ کر خدا کو اپنا کنسرن نہ بنائیں؛ جو کائنات کی پستیوں اور بلندیوں کو روشن کرنے والی ذات سے روشنی حاصل نہ کریں؛ جو خدا کے نور سے اپنے وجود کو منور نہ کریں؛ جو خدا کے بنائے ہوئے زمین وآسمان کے درمیان زندگی گزاریں، بغیر اِس کے کہ انھوں نے خدا کو دریافت کیا ہو؛ جو اپنی ذات کی صورت میں ایک چھوٹے وجود کا تجربہ کرنے کے باوجود خدا کے عظیم تر وجود کا اعتراف کرنے سے قاصر رہیں؛ جو خدا کے عطا کردہ سمع وبصر اور فکر وذہن کو استعمال کرتے ہوئے خود خالق کے خلاف محاذ آرائی کریں اور اُس کے بھیجے ہوئے دین کے متعلق بے اصل نظریات قائم کرلیں۔ کیسی عجیب ہے انسان کی یہ روش کہ نشانیوں کے ہجوم میں وہ نشانیوں کا انکار کرتا ہے، جب کہ علم وہدایت کے ابدی دروازے اُسی کے لیے کھولے گئے تھے، نہ کہ حیوانات وجمادات کے لیے۔ یہی لوگ ہیں جن کے متعلق ارشاد ہوا ہے: 'أُولَـٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَـٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ'، (الاعراف ۷:۱۷۹)

شفقت علی

تصورِ موت

موت ایک آفاقی سچ (universal truth) ہے۔ یہ اِس دنیا کی واحد حقیقت ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ کیسی عجیب حقیقت ہے کہ خدا اور آخرت پہ یقین نہ رکھنے والا بھی موت کے آنے پر یقین رکھتا ہے۔ یہ یقین ہی ہے کہ موت سے بچنے کے لیے انسان بیماریوں سے لڑنے، حادثات سے بچنے اور لمبی عمر پانے کے طریقے ڈھونڈتا آ رہا ہے۔

ماہرینِ نفسیات کے مطابق موت عمل (action) پر اُکسانے والا سب سے بڑا محرّک (motivator) ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان تصوّرِ موت سے بہت زیادہ تحریک پاتا ہے۔ یہ تحریک کیسی اور کتنی ہوسکتی ہے اس کا انحصار انسان کے رویہ پر ہے۔ اس حوالے سے دو رویے ہمارے سامنے آتے ہیں، پہلا رویہ مثبت ہے اور دوسرا منفی۔

مثبت رویہ یہ ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور موت اِس زندگی کا اختتام نہیں بلکہ ایک وقفہ ہے۔ اِس وقفہ کے بعد بروزِ حشر زندگی ایک نئے اور ابدی روپ میں دوبارہ شروع ہوگی۔ یہ رویہ اپنانے والا انسان ایک محتاط اور آخرت رُخی زندگی گزارتا ہے جس سے اُس میں یقین، عاجزی اور محاسبہ جیسی اعلیٰ صفات پیدا ہوتی ہیں۔

منفی رویہ یہ ہے کہ دنیا کی یہ زندگی ہی فقط زندگی ہے۔ اِس کے بعد کچھ نہیں اور موت اِس زندگی کا اختتام ہے۔ اِس رویہ کے تحت انسان دنیا کو اپنا مقصد بنا لیتا ہے اور اپنے خوابوں کی جنت بنانے کی ناکام کوشش بھی کرتا ہے۔ یہ رویہ اپنانے والا انسان غیر محتاط زندگی گزارتا ہے جس سے اُس میں بے یقینی، سرکشی اور لاپرواہی جیسی پست صفات پیدا ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں موت سے متعلق مثبت رویہ اپنانے کی توفیق دے، ہمیں اسلام پہ زندہ رکھے اور ہمارا ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ (آمین)

انجینئر عثمان شفیق

کرونا وائرس اور پرانا وائرس

کرونا وائرس چائنا سے شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں پھیل گیا۔ اس بات کو لے کر ہر بندہ تشویش میں مبتلا ہے کہ اگر یہ وائرس اُس کے علاقے میں داخل ہو گیا تو سب کو تباہ کر دے گا۔ اس تشویش کی خاص وجہ یہ ہے کہ اس وائرس سے بچاؤ کی کوئی ویکسین (vaccine) ابھی تک نہیں بنائی جا سکی۔

تاہم دنیا میں ایک اور وائرس بھی موجود ہے جو کرونا سے بھی پرانا وائرس ہے اور معاشرے میں بری طرح پھیلا ہوا ہے۔ یہ ایک طرح کا اخلاقی وائرس ہے جو حرام کھانے والوں، مہنگائی کرنے والوں ، اشیاء میں ملاوٹ کرنے والوں، ذخیرہ اندوزی کرنے والوں، حق تلفی کرنے والوں اور صلہ رحمی نہ کرنے والوں میں پھیل چکا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ کرونا وائرس سے ڈر کر لوگ احتیاط اپنا رہے ہیں مگر اخلاقی وائرس جو کرونا وائرس سے زیادہ خطرناک ہے اس سے بچنے کی احتیاط بالکل نہیں کر رہے۔ المیہ یہ ہے کہ پریشانی کی اس گھڑی میں جہاں ہمیں احساسِ ہمدردی کا ثبوت دینا تھا ہمارے ملک میں پہلے ماسک غائب ہوا، پھر ادویات مہنگی ہوئیں اور اب بلڈ پلازمہ بک رہا ہے۔

کرونا وائرس کی ویکسین ابھی تک نہیں بنی تاہم اخلاقی وائرس کی ویکسین موجود ہے اور وہ ہے توبہ اور تقویٰ۔ جو شخص یہ ویکسین استعمال کرے گا وہ اخلاقی وائرس سے بچا رہے گا اور جو اس وائرس کا مریض بن کر مرے گا اسے ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

عامر گزدر

اسلامی شریعت میں رفع حرج اور آسانی (2)

حج و عمرہ میں رفع حرج اور رخصتیں

حج یا عمرہ کرنے والے کے لیے حالتِ احرام کی ممنوعات میں سے ایک ممانعت خشکی کے جانوروں کا شکار ہے۔ تاہم مُحرم کے لیے دریائی جانوروں کا شکار کرنا اللہ تعالیٰ نے جائز رکھا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے: اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (تمھارے لیے دریا کا شکار اور اُس کا کھانا جائز ہے، تمھارے اور تمھارے قافلوں کے زادراہ کے لیے۔ جب تک تم احرام کی حالت میں ہو، خشکی کا شکار، البتہ تم پر حرام کیا گیا ہے۔ (اِس کے قریب نہ جاؤ) اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے حضور میں تم سب حاضر کیے جاؤ گے (المائدہ 5: 96)۔

غور کیجیے تو یہ رخصت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رفع حرج ہی کی اساس پر دی ہے۔ اِس لیے کہ خشکی کے سفر میں اگر زادراہ تھڑ جائے تو اُسے کسی نہ کسی طرح حاصل کیا جا سکتا ہے، لیکن دریائی سفر میں اِس طرح کے موقعوں پر شکار کے سوا کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہتا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اسلامی شریعت میں محظوراتِ حرام میں بھی یہ چیز ملحوظ رکھی گئی ہے کہ کوئی پابندی لوگوں کے لیے تنگی کا باعث کا نہ ہو۔

قرآن مجید نے ہمیں بتایا ہے کہ حج یا عمرہ کے لیے سفر کرنے والے اگر کسی جگہ گھِر جائیں اور اُن کے لیے بیت الحرام تک جانا ممکن نہ رہے تو اِس طرح کی صورت حال میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی، بلکہ آسانی اور سہولت پر مبنی یہ حکم دیا ہے کہ وہ اونٹ، گائے، بکری میں سے جو جانور میسر ہو، اُسے قربانی کے لیے بھیج دیں یا بھیجنا ممکن نہ ہو تو اُسی جگہ قربانی کر دیں اور سر منڈوا کر احرام کھول دیں۔ یعنی اِس صورت میں صرف قربانی کرنا ضروری ہوگا اور مجبوری کی اِس حالت میں یہ حج و عمرہ کے تمام مناسک کی قائم مقام ہو جائے گی۔ چنانچہ

ارشاد فرمایا ہے: (أَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ۔) (اور حج و عمرہ کی راہ اگر تمھارے لیے کھول دی جائے تو اُن کے تمام مناسک کے ساتھ اُن کو اللہ ہی کے لیے پورا کرو۔ پھر اگر راستے میں گھر جاؤ تو ہدیے کی جو قربانی بھی میسر ہو، اُسے پیش کر دو، اور اپنے سر اُس وقت تک نہ مونڈو، جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے، پھر جو تم میں سے بیمار ہو یا اُس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور وہ قربانی سے پہلے ہی سر منڈانے پر مجبور ہو جائے تو اُسے چاہیے کہ روزوں یا صدقے یا قربانی کی صورت میں اُس کا فدیہ دے) (البقرہ 2: 196)۔

چنانچہ یہ معلوم ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر اِسی طرح کی صورت حال میں نبی اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی کیا تھا۔ (بخاری رقم 1811, 1812)

اِس مثال میں دیکھ لیجیے کہ لوگوں کے لیے حج یا عمرہ میں اِس طرح کی مشکل پیش آ جانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے رعایت کا ایک آسان حکم بجا لانے پر بقیہ تمام مناسک حج و عمرہ کی ادائیگی سے رخصت دے دی ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ پابندی عائد کی کہ گِھر جانے والے اپنے سر اُس وقت تک نہ مونڈیں، جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے تو دقتِ نظر سے دیکھیے کہ اِس مقام پر بھی بیماروں اور سر کی تکلیف میں مبتلا لوگوں کے لیے قرآن مجید نے رفع حرج اور رخصت ہی کا حکم بیان کیا ہے کہ وہ اپنے عذر اور تکلیف کی وجہ سے قربانی سے پہلے بھی سر منڈا سکتے ہیں۔ اُن کے لیے اِس میں حرج کی کوئی بات نہیں ہے۔ تاہم روزوں یا صدقے یا قربانی کی صورت میں اُن کو اِس کا فدیہ دینا ہوگا۔ روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ نبی سے اِس فدیے کے متعلق تفصیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: تین دن کے روزے رکھ لیے جائیں یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیا جائے یا ایک بکری ذبح کر دی جائے تو کافی ہو جائے گا (بخاری رقم 1814، مسلم رقم 2877)۔

غور کیجیے کہ مریض کو اِس مشکل سے بھی اللہ تعالیٰ نے ایک فدیے کے بدلے میں نکال کر

اُس کے لیے آسانی کی راہ پیدا فرمائی ہے۔

مناسکِ حج میں تیسیر کے اُصول پر آسان متبادل حکم کی صورت میں رعایت دینے کی ایک اور مثال یہ ہے کہ حج اور عمرہ کے لیے الگ الگ سفر کرنے کے بجائے باہر سے آنے والا کوئی شخص حج کے سفر میں عمرے کی ادائیگی کا فائدہ بھی اُٹھا لے تو اِس کی اجازت ہے۔ لیکن ایسے حاجی پر اللہ تعالیٰ نے ایک فدیہ عائد کیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ متمتع پر اونٹ، گائے اور بکری میں سے جو جانور بھی میسر ہو، اُس کی قربانی کرنا لازم ہوگا۔ تاہم وہ قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو آسانی اور رفع حرج ہی کی بنیاد پر اُس کے لیے یہ رخصت خود قرآن مجید نے بیان کی ہے کہ وہ قربانی کے بجائے دس روزے رکھ لے۔ پھر ظاہر ہے کہ حج کے اُنھی ایام میں حاجی کے لیے دس روزے رکھنا بھی مشقت کا باعث تھا تو اللہ تعالیٰ نے فدیے کی اِس صورت میں بھی اُس کے لیے آسانی پیدا کر دی اور فرمایا کہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھ لیے جائیں اور سات حج سے واپسی کے بعد۔ ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (پھر جب تمھارے لیے امن کی حالت پیدا ہو جائے تو جو کوئی اِس سفر سے یہ فائدہ اٹھائے کہ حج کا زمانہ آنے تک عمرہ بھی کر لے تو اُسے قربانی کرنا ہوگی، جیسی بھی میسر ہو جائے۔ اور اگر قربانی میسر نہ ہو تو روزے رکھنا ہوں گے: تین دن حج کے زمانے میں اور سات، جب (حج سے) واپس آؤ۔ یہ پورے دس دن ہوئے۔ (اِس طریقے سے ایک ہی سفر میں حج کے ساتھ عمرے کی) یہ (رعایت) صرف اُن لوگوں کے لیے ہے جن کے گھر بار مسجد حرام کے پاس نہ ہوں۔ (اِس کی پابندی کرو) اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور خوب جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے (البقرہ 2: 196)۔

اِس حکم کی مذکورہ بالا تفصیل سے صاف واضح ہے کہ باہر سے آنے والے عازمین بیت اللہ سے رب کعبہ کو اصلاً یہ مطلوب ہے کہ حج ہو یا عمرہ، ہر ایک عبادت کے لیے لوگ پورے اہتمام

سے الگ الگ سفر کر کے آئیں۔ تاہم دور دراز کے لوگوں کے لیے حج اور عمرہ، دونوں کے لیے الگ الگ سفر کرنا آسان نہیں ہے۔ اِس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک فدیے کے بدلے اُن کے لیے اِس معاملے میں آسانی فرمائی اور اجازت دی کہ اپنے حج کے سفر میں عمرہ بھی کر لیں۔ مزید یہ کہ فدیے کی ادائیگی میں اُن کے لیے سہولت پیدا فرمائی کہ جانور کی قربانی کی استطاعت نہ ہو تو دس روزے رکھ لیے جائیں اور پھر روزے رکھنے میں بھی مشکل اور تنگی کو اُٹھا لیا ہے کہ تین روزے ایام حج میں اور باقی سات اپنے گھر پہنچنے کے بعد رکھ لیے جائیں۔

یوم عرفہ کی رات مزدلفہ کے میدان میں گزارنا حج کے لازمی مناسک میں سے ہے اور اِس میں یہ سنت قائم کی گئی ہے کہ صبح روشن ہونے تک حجاج وہیں ٹھیرے رہیں۔ نبی کے اُسوہ سے ثابت ہے کہ فجر کی نماز کے بعد روشنی کے پوری طرح پھیل جانے تک آپ مشعر الحرام کے پاس کھڑے دعا و مناجات کرتے رہے (صحیح مسلم، رقم 2950)۔ تاہم اِس رات میں رسول اللہ نے عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور بعض اجازت چاہنے والوں کو رخصت دی کہ وہ صبح کو حجاج کے ازدحام میں مشقت اُٹھانے کے بجائے رات ہی میں منیٰ کے لیے روانہ ہو جائیں (مسند طیالسی، رقم 2881۔ مسند احمد، رقم 1811۔ صحیح بخاری، رقم 1680، 1676۔ صحیح مسلم، رقم 1292۔ شرح مشکل الآثار، طحاوی، رقم 3521)۔

یہ رعایت بھی دیکھ لیجیے کہ دین میں رفع حرج کے اصول پر دی گئی ہے اور منجملہ مظاہر تیسیر کے ہے۔

ایام تشریق میں جمرات کی رمی حج کے ضروری مناسک میں سے ہے، جب کہ اِن کی راتوں میں قیام منیٰ بھی ایک مطلوب سنت ہے۔ اِس کے باوجود یہ معلوم ہے کہ علاقے کے بعض چرواہوں نے رات منیٰ میں گزارنے کے بجائے اپنے ریوڑوں کے پاس چلے جانے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ نے اجازت دے دی اور فرمایا: یوم النحر کو کنکریاں مارنے کے بعد باقی دو دن کی کنکریاں ایک ہی دن مار لینا (ابوداؤد، رقم 1976, 1975)۔

اِس مثال میں بھی دیکھ لیجیے کہ تیسیر و تخفیف کے اصول پر آپ نے نہ صرف یہ کہ اُنھیں ایام

تشریق میں قیام منیٰ سے رخصت دی، بلکہ اِن ایام میں رمی کو موخر کر کے آخری دن اکٹھی کنکریاں مارنے کی رعایت بھی دے دی۔ یہ عذر کی بنا پر اسلامی شریعت کے حکم سے رخصت دینے اور حکم کی تعمیل کو اپنے اصل وقت اور موقع سے موخر کر دینے کی ایک ثابت شدہ رعایت ہے جو رسول اللہ نے حج کے بعض مناسک میں رفع حرج کے اصول پر لوگوں کو دی ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسالت مآب منیٰ میں لوگوں کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو کسی نے پوچھا: مجھے معلوم نہ تھا، میں نے قربانی سے پہلے بال منڈوا لیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اب قربانی کرلو، کوئی حرج نہیں۔ کسی نے پوچھا: مجھے معلوم نہ تھا، میں نے رمی سے پہلے قربانی کرلی ہے؟ آپ نے فرمایا: اب رمی کرلو، کوئی حرج نہیں۔ غرض یہ کہ کسی بھی چیز کی تقدیم وتاخیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہی کہا کہ اب کرلو، کوئی حرج نہیں۔ (بخاری، رقم 1736,1737،۔ مسلم، رقم 3157)

اِس موقع پر بھی رسالت مآب نے اپنے ارشاد سے واضح فرمایا ہے کہ دین کے احکام کی انجام دہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ آپ نے کسی شخص پر دم واجب نہیں کیا۔ بلکہ یہ بھی واضح فرما دیا کہ تعبدی امور میں لاعلمی کی وجہ سے اور نادانستہ طور پر ہونے والی خلاف ورزی پر اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ یہ اِس لیے کہ ارشادِ خداوندی ہے کہ: وَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ فِيمَآ أَخۡطَأۡتُم بِهِۦ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوبُكُمۡ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (تم سے جو غلطی ہوئی ہے، اُس کے لیے تو تم پر کوئی گرفت نہیں، لیکن تمھارے دلوں نے جس بات کا ارادہ کرلیا، اُس پر ضرور گرفت ہے۔ اور اللہ بخشنے والا ہے، اُس کی شفقت ابدی ہے (الاحزاب 33 :5)۔

اِسی طرح یہ معلوم ہے کہ ضرورت کے موقع پر رسول اللہ نے سواری پر طواف کرنے کی اجازت دی ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں بیمار تھی، رسول اللہ سے ذکر کیا تو آپ نے مجھے سواری پر طواف کر لینے کی ہدایت فرمائی (بخاری، رقم 1626۔ مسلم، رقم 3078) ۔

ابو یحییٰ

مضامین قرآن (71)

اخلاقی طور پر مطلوب و غیر مطلوب رویے: صدق و کذب

اخلاقی مطالبات کی بحث کا آغاز ہم نے خالق کے حقوق سے کیا تھا۔ پھر مخلوق کے حقوق زیر بحث لائے گئے تھے۔ ان میں پہلے مرحلے پر ہم ان حقوق کو زیر بحث لائے جن کا تعلق مختلف سماجی طبقات اور انسانی تعلقات سے تھا۔ یہ وہ حقوق ہیں جن کی ادائیگی کے معاملے میں عام طور پر انسانوں سے کوتاہی ہوتی ہے۔ اس کے بعد اخلاقی طور پر مطلوب اور غیر مطلوب رویوں کا بیان شروع کیا گیا تھا جو ادائیگی حقوق پر براہ راست اثرات انداز ہوتے ہیں۔ ان میں پہلے ان رویوں پر بات کی گئی جو کسی خاص عمل کو نہیں بلکہ انسانی کردار کی کسی جامع صفت کو بیان کرتے ہیں۔ اس پس منظر میں عدل و ظلم، معروف و منکر، حفظ فروج و فواحش اور عہد و امانت پر تفصیلی گفتگو کی گئی۔ آخر میں اب ان اخلاقی صفات کو زیر بحث لایا جا رہا ہے جو متعین طور پر انسانی کردار کی کسی خاص خوبی یا خامی کو بیان کرتے ہیں۔ جامع صفات کی طرح ان صفات سے بھی جنم لینے والے اعمال پر معاشرے کی تمام تر خیر و فلاح کا انحصار ہوتا ہے اور انھی پر کسی فرد کی اخروی فلاح منحصر ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں ان صفات پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دلائی گئی ہے۔

صدق و کذب

سچا بولنا انسانی کردار کی اہم ترین خصوصیات میں سے ایک ہے۔ اس طرح جھوٹ بولنا انسان کی پست کرداری کی ایک دلیل ہے۔ صدق یا سچائی اپنی ابتدائی تعریف کے لحاظ سے کسی حقیقت کو حقیقت کے طور پر بیان کرنے کا نام ہے۔ مگر قرآن مجید نے کئی مقامات مثلاً (البقرہ 2:177) میں اس کو جس طرح استعمال کیا ہے، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ

قرآن کے نزدیک یہ دل کی دنیا میں جنم لینے والے ایمان سے لے کر خارج کی دنیا میں پورے کیے گئے اخلاقی مطالبات سب کا احاطہ کر لیتا ہے۔ یوں گویا یہ کسی سچائی کو دل سے ماننے، زبان سے اس کا اقرار کرنے اور پھر سیرت و عمل کا اس اقرار کے مطابق ڈھل کر اسی کردار کو جنم دینے کا نام ہے جو دل سے مانی گئی سچائی کے مطابق ہو۔ یہی ایک صادق انسان کی اصل تعریف ہے کہ وہ جس حقیقت کا اقرار کرتا ہے، دل سے اسے مانتا ہے اور عمل سے اس کی تائید کر دیتا ہے۔ یہ مقام دین کا وہ جمال و کمال ہے جو فلاح اخروی کو لازمی کر دیتا ہے، (المائدہ 119:5)۔

اس کے برعکس کذب یا جھوٹ ابتدائی طور غلط بیانی کا نام ہے۔ مگر جب یہ جھوٹ دل کی گہرائیوں میں جڑ پکڑ لے تو نفاق کے اس مرض کو جنم دیتا ہے جس میں انسان مجبوراً سچ بولتا لیکن اس کا عمل یہ بتانے کے لیے کافی ہوتا ہے کہ وہ دراصل ایک جھوٹا انسان ہے۔ (المنافقون 1:63)۔ یہ لوگ اپنی سچائی کو ثابت کرنے کے لیے قسمیں بھی کھاتے ہیں، مگر ان کی قسمیں بھی جھوٹی ہوتی ہیں۔ ایسا انسان سچائی کو جانتے ہوئے اور سچ سمجھنے کے باوجود دل سے اس کا منکر ہوتا ہے، زبان سے بھی اس کی تردید کرتا ہے اور عمل سے بھی سچائی کے تقاضوں کو پامال کرتا ہے۔ چنانچہ کذب غلط بیانی سے شروع ہو کر انسان کو کفر و نفاق کی پستی میں لے جاتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ آخرت کی ہلاکت اور تباہی ہے۔

جھوٹ کی اس خرابی اور صدق و سچائی کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر صداقت کو اہل ایمان کے ایک لازمی وصف کے طور پر بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہ اسے سچے ایمان کے متبادل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، (التوبہ 119:9)۔

صدق کا اگلا مقام: اعتراف حق

اس دنیا میں سچ بولنا جتنا مشکل کام ہے، اس سے کہیں زیادہ مشکل کام کسی سچائی کا اقرار کرنا اور اس کا ساتھ دینا ہے۔ سچائی ہمیشہ ہماری خواہشات، تعصّبات اور رجحانات کے مطابق نہیں ہوتی۔ ایسی کوئی سچائی اگر کبھی ہمارے سامنے آجائے تو اس حق کا اقرار کرنے اور اس ساتھ

نبھانے کا حوصلہ کم ہی لوگ کر پاتے ہیں۔ مگر جو لوگ یہ کرلیں وہ عام انسانوں سے بہت بلند مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔ خاص کر جب حضرات انبیا علیہم السلام دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو حق و باطل کا ایک معرکہ بپا ہو جاتا ہے۔ اس معرکے میں حق کے پاس دلیل کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ جبکہ باطل کے پاس سارا مادی زور اور سماجی اثر ہوتا ہے۔

مگر کچھ بلند حوصلہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی مانی ہوئی چیزوں کو دلیل کی بنیاد پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اپنے تعصّبات کو سچ کے خلاف جان کر ان سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ حق کو صرف اس کے حق ہونے کی بنیاد پر قبول کر لیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہر مشکل میں پہلے مرحلے میں حق کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں اور پھر زندگی کے ہر مرحلے میں حق کا ساتھ نبھاتے ہیں۔ مگر اپنے مفادات، تعصّبات اور خواہشات کے اسیر لوگ حق کا انکار کر دیتے ہیں۔ وہ اس کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کھل کر حق کا انکار نہ کر سکیں تو ان کا کفر، نفاق کا چولہ پہن کر حق کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر ایسے ہر رویے کا انجام جہنم کی ہلاکت ہے۔

عام حالات میں بھی یہی حق پرستی اور حق کی یہی اندھی مخالفت کسی انسان کے کردار کا آخری فیصلہ کرتی ہے۔ صدّیقین حق کا اعتراف کرتے ہیں اور کھل کر حق کا ساتھ نبھاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ جنت میں انبیا کے بعد سب سے اونچا مقام پانے کا ذریعہ ہے۔ جنت کی ابدی اور پائدار کامیابی کو حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع ہے۔ وہ خدا جس سے بڑھ کر اپنی بات کا کوئی سچا نہیں، وہ سچوں کو روز قیامت وہ پائدار مقام و مرتبہ (مقعد صدق، القمر 55:54) عطا کرے گا جس کا اندازہ اس دنیا میں آج کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس حق کو جھٹلانے والے، اس کی مخالفت کرنے والے، اس سے عناد رکھنے والے قیامت کے دن جہنم کے عذاب کے سوا اپنا کوئی ٹھکانہ نہ پائیں گے۔

قرآنی بیانات

''تم نے دیکھا نہیں اُنھیں جو اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا ہے؟ وہ نہ

تم میں سے ہیں، نہ اُن میں سے، اور جانتے بوجھتے اپنے اِس جھوٹ پر (کہ تمھارے ساتھ ہیں) قسمیں کھاتے ہیں۔''، (المجادلہ 14:58)

''حقیقت یہ ہے کہ جو مرد اور جو عورتیں مسلمان ہیں، مومن ہیں، بندگی کرنے والے ہیں، سچے ہیں، صبر کرنے والے ہیں، اللہ کے آگے جھک کر رہنے والے ہیں، خیرات کرنے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے اُن کے لیے بھی مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔''، (الاحزاب 35:33)

''اللہ فرمائے گا: یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کی سچائی اُن کے کام آئے گی۔ اُن کے لیے باغ ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔''، (المائدہ 119:5)

''یہ منافق جب تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہاں، اللہ جانتا ہے کہ ضرور تم اُس کے رسول ہو، مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق بالکل جھوٹے ہیں۔''، (المنافقون 1:63)

''ایمان والو، (اِن غلطیوں سے بچنا چاہتے ہو تو) اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔''، (التوبہ 119:9)

''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، وہ تم سب کو قیامت کے دن کی طرف لے جا کر رہے گا جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور اللہ سے بڑھ کر سچی بات کہنے والا کون ہو سکتا ہے۔''، (النسا 87:4)

''کہہ دو کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے، اِس لیے (اپنے اِن تعصّبات کو چھوڑ کر) ابراہیم کے طریقے کی پیروی کرو، جو (اسلام کے راستے پر) بالکل یک سو تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔''، (ال عمران 95:3)

''واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اُن سب لوگوں کو آزمایا ہے جو اِن سے پہلے گزرے ہیں۔ سو اللہ اُن لوگوں کو ضرور جانے گا جو سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔''، (العنکبوت 3:29)

''سچی عزت کی جگہ، بڑے صاحب اقتدار بادشاہ کے حضور میں۔''، (القمر 55:54)

''ہم نے تمھیں پیدا کیا ہے تو قیامت کی تصدیق کیوں نہیں کرتے ؟''،(الواقعہ 57:56)
''ہاں، جو سچائی لے کر آیا اور جنھوں نے پورے دل کے ساتھ اُس کو سچ مانا، وہی عذاب سے بچنے والے ہیں۔''،(الزمر 33:39)
''سو اُس دن اُن سے بڑھ کر اپنی جان پر ظلم ڈھانے والا کون ہوگا جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور سچائی کو جھٹلا دیا، جب کہ وہ اُن کے پاس آ گئی! ایسے منکروں کا ٹھکانا کیا جہنم میں نہ ہوگا؟''،(الزمر 32:39)
''اللہ کے ساتھ وفاداری صرف یہ نہیں کہ تم نے (نماز میں) اپنا رخ مشرق یا مغرب کی طرف کرلیا، بلکہ وفاداری تو اُن کی وفاداری ہے جو پورے دل سے اللہ کو مانیں اور قیامت کے دن کو مانیں اور اللہ کے فرشتوں کو مانیں اور اُس کی کتابوں کو مانیں اور اُس کے نبیوں کو مانیں اور مال کی محبت کے باوجود اُسے قرابت مندوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور مانگنے والوں پر اور لوگوں کی گردنیں چھڑانے میں خرچ کریں ،اور نماز کا اہتمام کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اور وفاداری تو اُن کی وفاداری ہے کہ جب عہد کر بیٹھیں تو اپنے اِس عہد کو پورا کرنے والے ہوں اور خاص کر اُن کی جو تنگی اور بیماری میں اور جنگ کے موقع پر ثابت قدم رہنے والے ہوں۔ یہی ہیں جو (اللہ کے ساتھ اپنے عہدِ وفا میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو فی الواقع پرہیزگار ہیں۔''،(البقرہ 177:2)
''دراں حالیکہ اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اُس کی آیتوں کو جھٹلا دے؟ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔''،(الانعام 21:6)
''لیکن (انسان کو دیکھو)، اِس نے نہ تو قیامت کے اچھے انجام کو سچ مانا، نہ نماز پڑھی''، (القیامۃ 31:75)
''اور اچھے انجام کو سچ مانا''،(الیل 6:92)
''یہ جو بدلے کے دن کو جھٹلا رہے ہیں۔''،(المطففین 11:83)
''بلکہ (تعجب ہے کہ) یہ منکر تو الٹا جھٹلا رہے ہیں''،(الانشقاق 22:84)

مبشر نذیر

ترکی کا سفرنامہ (73)

جیسا کہ شیرازی نے بیان کیا ہے مردوں کی اس شہوت پرستی کے اثرات عام آزاد خواتین پر بھی وقوع پذیر ہونے لگے۔ ایک مرد اگر خوبصورت لونڈیوں کے جھرمٹ میں ہر وقت رہے گا تو اس کے پاس اپنی بیوی کے لئے وقت کہاں بچ سکے گا۔ اس کے نتیجے میں بیوی اور دیگر لونڈیاں لازماً دیگر راستے تلاش کریں گی۔ اس صورتحال کا تجزیہ مشہور محدث ابن جوزی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

مجھ سے بعض بوڑھے حضرات نے شکایت کی، ''میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میری قوت کمزور پڑ گئی ہے، پھر بھی میرا نفس نوجوان لونڈیوں کی خواہش کرتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتی ہیں جبکہ میں اس قابل نہیں رہا۔ اگرچہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں مگر میرا نفس گھر والی پر قناعت کرنے کو تیار نہیں ہے۔''

میں نے کہا، ''میرے پاس دو جواب ہیں: ایک تو عام لوگوں کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ موت کو زیادہ یاد کرنے میں مشغول ہو جائیے اور اسی طرف اپنی توجہ رکھیے۔ اس بات سے محتاط رہیے کہ جو شخص لونڈی خریدتا ہے اور پھر اس کے حقوق کی ادائیگی نہیں کر پاتا تو وہ اس سے نفرت کرنے لگتی ہے۔ اگر وہ (ازدواجی تعلقات کی ناکام) کوشش کرتا ہے تو یہ نفرت جلد پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر اس کی خواہش باقی رہ جائے تو اس کی نفرت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے لڑکیاں بوڑھوں کو پسند نہیں کرتیں۔ جان رکھیے کہ وہ اس کا بدلہ اس طرح لے گی کہ آپ سے مال بٹور کر کسی اور سے تعلق قائم کر لے گی اور آپ کا معاملہ ٹیڑھا کر دے گی۔ اس لئے اپنی سلامتی کو ملحوظ خاطر رکھیے اور اس کام کو ترک کر دیجیے اور اسی لذت پر قناعت کیجیے جو آپ پہلے حاصل کر چکے۔

دوسرا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ اس بات کو نہ بھولیے کہ اس وقت آپ ازدواجی تعلقات قائم

کرنے کے قابل ہیں یا نہیں ہیں۔ اگر آپ اس قابل نہیں ہیں تو اس کام کو مکمل طور پر چھوڑ کر اس پر صبر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر کوئی کسی عورت کو محض اخراجات اور اچھے تعلقات کا لالچ دے کر ایسا کرے گا بھی تو یہ خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔ اگر آپ اس وقت بھی ایسا کرنے کے قابل ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے نفس میں نوجوان لڑکیوں کی شدید خواہش ہے تو ان (بے چاریوں) کو تو نکاح یا ازدواجی تعلق کی خواہش ہی نہیں ہے۔ ایسی لونڈیوں سے تو حسن سلوک کرنا چاہیے اور ان پر خرچ کرتے ہوئے احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اس خاتون کو آخرت کی یاد بھی دلاتے رہیے، نکاح سے ہٹ کر عشق کی برائی بیان کیجیے اور اسے عشاق کے (عبرت ناک انجام) کے واقعات سنائیے۔ اچھے لوگوں کے ذکر سے اس کے دل میں (نیکی کی) محبت پیدا کیجیے۔ اپنے لباس اور شکل وصورت کا خیال رکھیے، اس سے اچھا سلوک کیجیے، اس کی ضروریات کا خیال رکھیے اور اس پر خرچ کرنے میں وسعت سے کام لیجیے۔ اس طریقے سے امید ہے کہ آپ خطرہ مول لینے کے ساتھ ساتھ زندگی کی گاڑی کو کھینچ لیں گے۔ (ابن جوزی، صید الخاطر)

شاہی خاندانوں نے اتنے بڑے بڑے حرم بنا لئے تھے کہ ان میں ہزاروں کی تعداد میں لونڈیاں موجود رہا کرتی تھیں۔ حرم کا مالک، خواہ کتنے ہی کشتے اور معجون وغیرہ کھا کر اپنا رعب و دبدبہ قائم رکھنے کی کوشش کرے، اس کے لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ اتنی بڑی تعداد میں موجود خواتین کو جنسی اور نفسیاتی اعتبار سے مطمئن کر سکے۔ حرم رکھنے کا لازمی نتیجہ یہی نکل سکتا ہے کہ یہ خواتین اپنی خواہشات کی تسکین کے لئے متبادل راستے تلاش کریں۔ یہ بات شاہی خاندانوں کو گوارا نہ تھی۔

[جاری ہے]

پروین سلطانہ حنا

لا رہبانیۃ فی الاسلام

سنو! اے جانِ جانانہ
یہ ہنستے بولتے چہرے
علامت زندگی کی ہیں
صداقت زندگی کی ہیں
انھیں اپنا بنا لینا
انھیں سے گھر سجا لینا
کسی سے بات کر لینا
کسی سے حالِ دل کہنا
مگر خاموش مت رہنا
لبوں پر چُپ جو لگتی ہے
تو خوف و دہشت و رنج و الم کی
مکڑیاں اک جال بنتی ہیں
یہ جب بھی جال بنتی ہیں
تو گھر ویران ہوتے ہیں
بہت سنسان ہوتے ہیں
کبھی تنہا نہ تم رہنا

کہ اپنے پن کے دکھ سکھ جب
ہمارے ساتھ ہوتے ہیں
تو ہم تنہا نہیں ہوتے
اکیلے پھر نہیں روتے
کوئی اپنا تو ہوتا ہے
جو آنسو پونچھ لیتا ہے
خوشی میں ساتھ دیتا ہے
اگر گرنے لگیں ہم تو
وہ اپنا ہاتھ دیتا ہے
کسی کا ساتھ ہوتا ہے
کوئی جب پاس ہوتا ہے
تو گھر آباد ہوتا ہے
جو گھر آباد ہوتا ہے
وہی گھر شاد ہوتا ہے
سنو! اے جانِ جانانہ

ابو یحییٰ کے ناول

جو آپ کی سوچ، زندگی اور عمل کا محور بدل دیں گے

جب زندگی شروع ہوگی

ایک تحریر جو ہدایت کی عالمی تحریک بن چکی ہے

قسم اس وقت کی

ایک منکرِ خدا لڑکی کی داستان سفر، جو سچ کی تلاش میں نکلی تھی

آخری جنگ

شیطان کے خلاف انسان کا اعلان جنگ

خدا بول رہا ہے

عظمتِ قرآن کا بیان ایک دلچسپ داستان کی شکل میں

پورا سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

گھر بیٹھے کتب حاصل کرنے کے لیے ان نمبرز پر رابطہ کیجیے

0332-3051201 , 0345-8206011

Please visit this link to read the articles and books of Abu Yahya online for free.

www.inzaar.org

To get Abu Yahya Quotes Join us on twitter:

Twitter ID: @AbuYahya_inzaar

To read Abu Yahya articles regularly Join us on Facebook

Abu Yahya Page: www.facebook.com/abuyahya.inzaar

Abu Yahya Account: www.facebook.com/abuyahya.jzsh

Join us on Youtube

Search inzaar on YouTube to see our audios and lectures

To get monthly books, CDs/USB and Inzaar's monthly magazines at home anywhere in Paksitan, contact # 0332-3051201 or 0345-8206011

To participate in online courses, visit www.inzaar.org/online-courses/

To get any other information, email to globalinzaar1@gmail.com

Following material in audio form is available on USB/CD:

Quran Course by Abu Yahya

Quran Translation and Summary by Abu Yahya

Islahi Articles

Jab Zindagi Shuru Hogi (book)

Qasam Us Waqt Ki (book)

Aakhri Jang (book)

ماہنامہ

اِنذار

فون: 0332-3051201 , 0312-2099389

ای میل: globalinzaar@gmail.com

web: www.inzaar.org

ایک دعوتی واصلاحی رسالہ ہے۔ اس کا مقصد لوگوں میں ایمان واخلاق کی دعوت کو عام کرنا ہے۔ اس دعوت کو دوسروں تک پھیلانے میں ہمارا ساتھ دیجیے۔ یہ رسالہ خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو بھی پڑھوائیے۔ اپنے کسی عزیز، دوست، ساتھی یا رشتہ دار کے نام سال بھر رسالہ جاری کروانے کیلیے:

فی کاپی سالانہ سبسکرپشن چارجز: 900 روپے (کراچی رجسٹرڈ پوسٹ)، 600 روپے (بیرون کراچی نارمل پوسٹ) اور VP کی صورت میں ڈاک خرچ 150 روپے سالانہ۔ ایجنسی ڈسکاؤنٹ 20 فیصد ہے۔ ایجنسی ڈسکاؤنٹ کے لیے کم از کم ہر ماہ پانچ رسالے لینا ضروری ہے۔

سبسکرپشن چارجز مندرجہ ذیل پر ارسال کریں	
Easy Paisa	Muhammad Shafiq 0334-3799503 CNIC # 42201-8355292-9
Money Order	Monthly Inzaar 4th Floor Snowhite Centre Abdullah Haroon Road Opp. Hotel Jabees Saddar Karachi
Account	Title of Account: Monthly Inzaar A/C # 0171-1003-729378 Bank Al Falah Saddar Branch Karachi.

آپ سے درخواست ہے کہ سبسکرپشن چارجز بھیجنے کے بعد اپنے نام اور موبائل نمبر کے ساتھ نیچے دیے ہوئے نمبر پر کال یا SMS ضرور کریں تاکہ آپ کے رسالے کی سبسکرپشن کی جا سکے۔ مزید معلومات کے لیے ان نمبرز پر رابطہ کریں۔ شکریہ

0332-3051201 , 0312-2099389

اگر آپ ہماری دعوت سے متفق ہیں تو ہمارے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں، اس طرح کہ آپ:

1) ہمارے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے

2) 'ماہنامہ انذار' کو پڑھیے اور دوسروں کو پڑھوائیے

3) تعمیرِ ملت کے اس کام کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے رسالے کی ایجنسی لیجیے

ابو یحییٰ کی نئی کتاب

بندگی کے سو رنگ

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

''میں نے جن وانس کو اپنی بندگی ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔''، (الذاریات 51:56)

بندگی کی یہ دعوت اپنے اندر اتنے ہی رنگ لیے ہوئے ہے جتنے خود زندگی کے مختلف رنگ، پہلو اور گوشے ہیں۔ پیش نظر کتاب میں زندگی کے ان رنگوں کو بندگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اسی لیے اس مجموعہ مضامین کا نام ''بندگی کے سو رنگ'' رکھا گیا ہے۔

کتاب کا ہر مضمون وہ زاویہ نظر دیتا ہے جو ایک بندہ مومن سے اس کے مالک کو مطلوب ہے۔ چاہے اس کا تعلق زندگی کے فکری پہلو سے ہو یا عملی پہلو سے۔ بندگی کی سوچ مومن کی فکر و عمل کے ہر رنگ کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ بندے کو آمادہ کرتی ہے کہ وہ زندگی کے ہر رنگ کو مالک کے بنائے ہوئے کینوس (canvas) کے پس منظر میں دیکھے۔

اس طالب علم کو یقین ہے کہ اس کتاب کے مطالعے کے بعد آپ کی زندگی بندگی کے رنگوں میں انشاءاللہ رنگ جائے گی۔ یہی اس کتاب کا مقصد تصنیف ہے۔

ابو یحییٰ

قیمت 350 روپے

رسالے کے قارئین رعایت کے ساتھ گھر بیٹھے حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

رابطہ: 0332-3051201 , 0312-2099389

ای میل: globalinzaar@gmail.com

web: www.inzaar.pk

Monthly
INZAAR

JUL 2020
Vol. 08, No. 07
Regd. No. MC-1380

Publisher: Rehan Ahmed Printers: The Sami Sons Printers,
25-Ibrahim Mansion, Mill Street, Pakistan Chowk, Karachi

ابویحییٰ کی دیگر کتابیں

"ملاقات"

اہم علمی، اصلاحی اجتماعی معاملات پر ابویحییٰ کی ایک نئی فکر انگیز کتاب

"جب زندگی شروع ہوگی"

ایک تحریر جو ہدایت کی عالمی تحریک بن چکی ہے

"قسم اُس وقت کی"

ابویحییٰ کی شہرہ آفاق کتاب "جب زندگی شروع ہوگی" کا دوسرا حصہ

"When Life Begins"

English Translation of Abu Yahya Famous book

Jab ZindagiShuruHo Gee
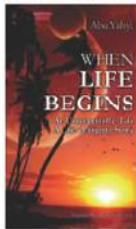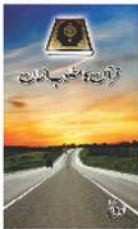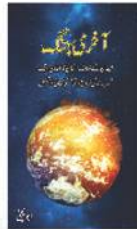
"کھول آنکھ زمیں دیکھ"

مغرب اور مشرق کے سات اہم ممالک کا سفرنامہ

"بس یہی دل"

دل کو چھو لینے والے مضامین ذہن کو روشن کر دینے والی تحریریں

"تیسری روشنی"

نفرت اور تعصب کے اندھیروں کے خلاف روشنی کا جہاد

"حدیث دل"

موثر انداز میں لکھے گئے علمی، فکری اور تذکیری مضامین کا مجموعہ

"قرآن کا مطلوب انسان"

قرآن کے الفاظ اور احادیث کی روشنی میں جانیے اللہ ہم سے کیا چاہتے ہیں